ڈاکٹر مختار الدّین احمد :

میرزا زین الدّین عشق دہلوی

اور

کُلّیاتِ عشق

میرزا (۱) زین الدّین عشق ، بارہویں صدی ہجری میں فارسی کے ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر گذرے ہیں۔ وہ ایران میں پیدا ہوئے لیکن کم عمری میں دہلی آگئے۔ ان کا بچپن اور جوانی کا زمانہ ایک متموّل خاندان میں گزرا جو ادبی ذوق کی دولت سے بھی مالا مال تھا۔ وہ دہلی میں بخوبی زندگی بسر کرتے رہے۔ پھر وہاں جب اختلال کا دور شروع ہوا اور شعرائےکرام اور دوسرے اہل کمال ترکِ وطن کر کے لکھنؤ ، بنارس ، فرّخ آباد ، عظیم آباد ، مُرشد آباد جانے لگے تو میرزا زین الدّین عشق بھی سفر پر حضر اور وطن پر غریب الوطنی کو ترجیح دیتے ہوئے عظیم آباد پہنچے اور اپنے پرانے کرم فرما شاہ رکن الدّین عشق عظیم آبادی (متوفی ۱۲۰۳ھ) کے ساتھ مقیم ہوئے۔ دونوں کے تعلّقات دورانِ قیام دہلی ہی میں پیدا ہوگئے تھے جو آخرِ عمر تک استوار رہے (۲)۔ یہاں قیام کے دوران وہ مُرشد آباد بھی آتے جاتے رہے جہاں وہ بعد کو سکونت پذیر ہوگئے۔ ۱۱۹۹ھ تک ان کا بنگال میں زندہ رہنا متحقّق ہے۔

فارسی کے ساتھ میرزا زین الدّین اردو کے بھی شاعر تھے۔ بایں ہمہ بہت کم اردو تذکرہ نویسوں نے ان کی طرف توجہ مبذول کی۔ گلشنِ سخن مؤلّفہ مردان علی حاں مبتلا لکھنوی (م ۱۲۴۱ھ) جس کا سالِ تالیف ۱۱۹۴ھ ہے (۳)، گلزار ابراھیم مؤلّفہ نواب علی ابراھیم خان خلیل عظیم آبادی (متوفی ۱۲۰۸ھ) جو ۱۱۹۸ھ میں مُرتّب ہوا اور تذکرۂ عشقی عظیم آبادی، جو ۱۲۳۰ھ کے لگ بھگ انجام کو پہنچا ، حیرت ہے کہ میرزا زین الدّین کے ذکر سے خالی ہیں۔ مردان علی خاں مبتلا ان کے معاصر ہیں۔ عشقی عظیم آبادی نے خاصی تعداد میں شعرائے عظیم آباد و مُرشد آباد کے حالات اپنے تذکرے میں درج کیے ہیں۔ علی ابراھیم خاں میرزا زین الدّین ، کے معاصر ہی نہیں ، ان

سے گہرے روابط بھی رکھتے تھے۔ میرزا ان کے یہاں مشاعروں میں شریک بھی ہوتے رہے ہیں اور وہ جب علی ابراھیم خاں کا ذکر کرتے ہیں تو انھیں " خلاصۂ نوعِ انسانی " لکھتے ہیں۔ گلزار ابراھیم ہی نہیں فارسی شعراء کے دونوں تذکرے خلاصۃ الکلام اور صُحفِ ابراھیم بھی ان کے ذکر سے خالی ہیں۔

۱۔ جس تذکرے میں اس شاعر کا ذکر پہلی مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے وہ ابوالحسن امیر الدّین احمد المشتہر بہ امر اللہ الہٰ آبادی کا تذکرۂ مسرّت افزا ہے جو ۱۱۹۳ھ میں مکمّل ہوا، گو اس میں ۱۱۹۵ھ تک اضافے ہوتے رہے۔ مؤلّف رقم طراز ہیں :

" میر زین الدّین عشق تخلّص شاہجہاں آبادی مردے بود عاشق مزاج ، درویش وضع مدّتے در دہلی بخوبی بسر بردہ، بعد ازیں از برہمیِ اطوارِ روزگار ازاں دیار آوارہ شدہ در دریا [دیارِ ؟] بنگالہ آمدہ مدّتے در عظیم آباد و مرشد آباد بسر بردہ ، اکنوں ندانم ، کجاست ۔ شعر فارسی و ریختۂ ہندی بخوبی می گفت "۔

پھر مؤلّف نے اس کے چار اردو شعر (خریدار نہ ہوتے / مددگار نہ ہوتے : تحریر کرسکیں ،تعمیر کرسکیں) نقل کیے ہیں۔

۲۔ میر غلام حسین شورش عظیم آبادی (متوفی ۱۱۹۵ھ) اپنے تذکرے"رموز الشعرائیں (جو تذکرۂ شورش کے نام سے مشہور ہے اور جس سال کا تالیف ۱۱۹۱ھ ہے) عشق کے بارے میں لکھتے ہیں :

" میر زین الدّین عشق شاہجہاں آبادی ۔ باعثِ عدمِ موافقتِ روزگارِ ناہنجار [کہ باکسے اہلِ کمال نساختہ است و نخواہد ساخت (۴)] [از دہلی (۵)] تا بعظیم آباد رسیدہ و بدولت خانہ (۶) حضرت شاہ گھسیٹا صاحب (مدّظلّہ العالی) (۷) فرود آمدہ ۔ مردیست مجسّم بعجز و انکسار و نوادرۂ روزگار (۸)۔ شاعرِ فارسی ، صاحبِ دیوان گاہے فکرِ ریختہ ہم می نماید (۹)۔

نمونۂ کلام کے طور پر اردو کے دو شعر (خریدارنہ ہو / مددگارنہ ہو) درج کیے ہیں (۱۰)۔

۳۔ تذکرۂ عقدِ ثریّا (سالِ تالیف ۱۱۹۹ھ) مؤلّفہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی (متوفی ۱۲۴۰ھ)

" عشق ، مرزا زین الدّین عشق ۔ خودش در جام متولد شد و بہ ہفت سالگی بہ ہند رسیدہ تربیت پیشِ شاہ محمد پناہ قابل یافتہ ۔ مردِ بزرگ

و جہاں دیدہ ۔ شاعرِ پُر گوست "

نمونۂ کلام میں ۵ فارسی شعر درج کیے ہیں (۱۱)۔

۴۔ تذکرۂ ریاض الفصحا ، (ص ۲۱۲) میں مصحفی نے صرف ان کا نام لکھا ہے اور ایک اُردو شعر درج کیا ہے :

منظور گر خرابیِ دل ہے تو ایک بار ... ایسا خراب کر کہ نہ تعمیر کر سکیں

۵۔ تذکرۂ نتائج الافکار مؤلّفہ قدرت اللہ گوپا موی

" میرزا زین الدّین عشق از جام است در عمر ہفت سالگی واردِ ہند گشتہ از خدمتِ شاہ محمد پناہ قابل ترتیب یافتہ و سرمایۂ قابلیت فراہم آورد ۔ صاحبِ اوصافِ حمیدہ واخلاقِ پسندیدہ بود و طریقِ نظم بلطافت می پیمود ۔ اوائل مائیۃ ثالث عشر پا بدامنِ عدم کشید :

دی میگذشت یار و رقیب از عقب رسید ... گفتم کہ عمر می رود و مرگ در قضا است

(ص ۵۰۴ طبع خاصنع بمبئی ۱۳۳۶)

۶۔ تذکرۃ الاکابر (قلمی) میں زین الدّین عشق کا نظم کیا ہوا ، ابیات کا ایک قطعہ جو حاجی احمد علی قیامت (متوفی ۱۱۹۲ھ) کی وفات پر لکھا گیا تھا ، درج ہے ۔ ابیاتِ اول و آخر یہ ہیں (۱۲) :

چہ گویم از کمالِ حاجی احمد ... کہ اُو در اہلِ حق بودی سرآمد

مضاعف حبِّ پاکِ پنجتن داشت ... بیزمِ ساقیِ کوثر در آمد

احمد علی قیامت کی وفات جمعہ ۲۴ ربیع الاول ۱۱۹۲ھ کو عظیم آباد میں ہوئی تھی۔ وہ امام باڑہ مُتّصل چوک پٹنہ سٹی میں دفن ہیں۔

شعراء کے جو تذکرے اس وقت پیش نظر ہیں، ان میں میرزا زین الدّین عشق کے متعلّق جو معلومات ملتے ہیں وہ اوپر پیش ہوئے، بہت مختصر اور تشنہ ہیں اور ان سے مرزا کی زندگی اور ان کی ادبی خدمات کی کوئی واضح تصویر نہیں ابھرتی ۔ ان کے معاصرین بلکہ متأخرین کی تالیفات میں کوئی ایسی کتاب نظر سے نہیں گزری جس میں ان کے حالات پر روشنی پڑتی ہو۔ ان کے دیوانِ فارسی کا ایک نسخہ جو منحصر بہ فرد ہے ، انگلستان میں محفوظ ہے۔ دیوان کی اندرونی شہادتوں سے شاعر کے حالات پر روشنی پڑتی ہے اور بعض مفید معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) میرزا زین الدّین ، ہرات اور مشہد کے درمیان واقع ، ایران کے مشہور شہر جام کے رہنے والے تھے۔ یہ اطلاع ہمیں مصحفی کے تذکرۂ عقدِ ثریّا سے ملتی ہے۔ اگر ان کا نسبی تعلق وہاں کے مشہور بزرگ اور صوفی شاعر و مُصنّف شیخ احمد جام (شیخ الاسلام ابو نصر احمد بن ابی الحسن نافقی) ژندہ پیل (۴۴۱ھ۔ ۵۳۶ھ) سے ہو تو تعجّب نہیں۔ ان کا پہلا قصیدہ جو حمد میں ہے :

اے قادرِ قدرت نما دے صانعِ ارض و سما　　قفلِ دلِ من برکُشا ما گوئمت حمد و ثنا

احمد جام ژندہ فیل کے تتبّع میں لکھا گیا ہے۔ غزل کے تین شعروں میں شاعر نے انھیں یاد کیا ہے۔ تیسرا شعر خاص طور پر قابلِ توجہ ہے ،

در خرابات رهنما اے عشق　　احمدِ ژندہ فیل جامی ماست

اے عشق تواں مست شب از جامِ محبت　　کز احمد جامیست نمایاں نسبِ ما

مست می دارد مرا پیوستہ ازصہبای عشق　　پیرِ کامل احمد جامی امامِ ژندہ پیل

ایک غزل کے مقطع میں میرزا نے شیخ احمد جام کو اپنا "جدّ" لکھا ہے :

احمد جامیست جدّم مدح گوے اہلبیت　　من ازاں میخانہ جامِ بادہ مستان یافتم

لیکن ایک دوسرے شعر میں وہ شیخ ولی اللہ ہَمَدانی کو اپنا جدّ بتاتے ہیں :

ہمہ داں عشق شد از فیضِ علی جدِّ ما　　کس ولی اللہ علیِ ہَمَدانی است

(ورق ۲۵۰ / الف)

(۲) میرزا کا بچپن اور اس کی جوانی دہلی میں (جسے وہ ہمیشہ شاہجہاں آباد اور کبھی پاے تخت شاہجہاں آباد لکھتے ہیں) گزری۔ مصحفی اطلاع دیتے ہیں کہ میرزا سات سال کی عمر میں جام سے وارد ہند ہوئے۔ اس عمر میں ایران سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ آئے ہوں گے ، لیکن اس کی صراحت کہیں نہیں ملتی۔ ان کے باپ کا نام نہ کسی تذکرے میں درج ہے نہ دیوان میں ان کا کہیں ذکر ملا۔ دیوان کے قطعاتِ تاریخ میں بھی کوئی ایسا قطعہ موجود نہیں جس میں ان کے خاندان کے کسی فرد پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

دیوان میں نو شعروں کی ایک غزل ملتی ہے (نگاہ پاک در یابد مرا / سرِ خاشاک دریابد مرا) اس کا عنوان ہے :

"غزلِ عاشقانہ بحسبِ تمنای خلف الرشید میر یعقوب علی جوہر در کلکتہ نزول یافتہ ۱۱۹۰ھ" کیا اس عبارت سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ میر یعقوب علی ان کے بیٹے تھے جو شاعر

تھے ، جوہر تخلص کرتے تھے اور ۱۱۹۰ھ میں کلکتے میں مقیم تھے۔ کسی دوسرے ذریعے سے اس امر کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ ایک غزل (بلندش / کمندش) پر یہ عنوان درج ہے : " در مُرشد آباد عزیزی ممتحن الشعر بوساطت خواجہ محمود خاں [یا محمود جان ؟] متصدع این غزل گردید ، بعون الٰہی در ہماں جلسہ نزول یافت "۔ ممتحن الشعر کا نام معلوم نہ ہوسکا ، نہ ان کی شخصیت متشخص ہوسکی۔ اگر یہ مرزا کے قریبی عزیز تھے تو اپنے بزرگ سے ایک غزل کہلوانے کے لیے خواجہ محمود کی وساطت کی کیا ضرورت تھی ؟

دیوان میں مرزا اپنے باپ کا کہیں ذکر نہیں کرتے۔ ان کی کم عمری ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہو تو تعجب نہیں۔ ہاں وہ اپنے چچا " قبلۂ کونین عموی محمد قباد احمد خاں مشہور بہ فقیر احمد خاں " کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔ وہ ان کے بارے میں اطلاع دیتے ہیں کہ وہ عہدِ محمدؐ شاہ فردوس آرامگاہ میں تھے ، جس کا زمانہ ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۶۱ھ تک ہے (۱۳)۔

محمدؐ قباد خاں فارسی کے شاعر تھے احمد تخلص کرتے تھے اور اپنے یہاں مشاعرے منعقد کرنے کا شوق رکھتے تھے۔ یہ مشاعرے طرحی بھی ہوتے تھے اور غیر طرحی بھی۔ دیوان میں ان کے یہاں کے مُتعدّد مشاعروں کا ذکر ملتا ہے جن کے انعقاد کا زمانہ ۱۱۴۶ھ سے ۱۱۶۲ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ دیوان میں ان کے چچا کی زندگی کے کسی واقعے یہاں تک کہ ان کی وفات پر بھی کوئی قطعۂ تاریخ نہیں ملتا ، یہ بات بھی باعثِ حیرت ہے، ان کی وفات کب ہوئی یہ معلوم نہیں۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ۱۱۶۲ھ تک وہ ضرور زندہ تھے۔ ترتیبِ دیوان کے وقت وہ فوت ہوچکے تھے اس لیے کہ انھیں ہر جگہ مرحوم لکھا ہے لیکن یہ ہمارے مفید مطلب نہیں، اس لیے کہ ترتیبِ دیوان کا زمانہ بہت بعد کا ہے۔ دیوان میں اس خاندان کے اسلاف و اخلاف میں سے اور کسی کا ذکر نہیں ملا۔ میر یعقوب علی جوہر خلف الرشید کا ذکر اوپر گزرا۔

قباد خاں احمد کا ذکر کسی تذکرے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ ان کا کلام کہیں ملا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ اگر اُنھیں کسی سے شرفِ تلمّذ حاصل تھا تو کس سے تھا ؟ دلی اس زمانے میں کم از کم حملۂ نادر سے پہلے بڑے اہم شعرا کی آماجگاہ تھی۔ ان کا دیوان غالباً کبھی مرتب نہیں ہوا ورنہ بہت اچھے شاعر نہ ہونے پر بھی اس عہد کے تذکروں میں ان کے ذکر کی گنجائش نکل آتی ۔ کسی بیاض یا جُنگ میں بھی ان کے نام اور ان کے اشعار پر نظر نہیں پڑتی۔ میر زین الدّین کی تعلیم و تربیت ان کے چچا کی نگرانی میں ہوئی۔ مصحفی کے قول کی بنا پر ان کی تعلیم و تربیت کے لیے شاہ محمدؐ پناہ کشمیری متخلص بہ قابل کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ یہ فارسی

کے شاعر تھے اور مرزا عبدالقادر بیدل (متوفی ۱۱۳۳ھ) سے انھیں شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ تصوّف سے ربط رکھتے تھے۔ لباسِ درویشی میں انھوں نے صلاح و تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کی۔ دہلی کے لوگ ان کے علم و فضل کی وجہ سے ان کی عزّت کرتے تھے۔ دیوانِ حافظ کے جواب میں انھوں نے ایک دیوان مُرتّب کیا تھا (۱۴)۔ عبدالوہاب افتخار ان کے بارے میں لکھتے ہیں:
" جوہر قابل و از تلامذۂ میرزا بیدل است۔ اقسام شعر دارد و بسیار دارد۔ او آیینِ شہرستانِ سخن می بندد (۱۵) " حاکم لاہوری دہلی میں ان سے ملے تھے۔ پچاس ساٹھ ہزار شعروں پر مشتمل ضخیم دیوان کا انھوں نے ذکر کیا ہے۔ دیوان بجوابِ دیوانِ حافظ اس پر مستزاد (مردم دیدہ ص ۱۸۱)۔

(۴) کچھ حقائق سامنے رکھ کر اور کچھ قیاسات سے کام لے کر کچھ نتائج برآمد کیے جاسکتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر زین الدّین تقریباً ۱۱۲۰ھ (یہ سال ۱۱۳۰ھ بھی ہوسکتا ہے) میں جام (ایران) میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں تقریباً ۱۱۲۷ھ میں ہندوستان آکر شاہجہاں آباد میں مقیم ہوئے۔ ۱۱۶۷ھ ، ۱۱۶۹ھ ، ۱۱۷۸ھ میں بھی ہم انھیں دہلی میں موجود پاتے ہیں (۱۶)۔

شاہ رکن الدّین عشق غالباً ۱۱۷۹ھ میں دہلی سے عظیم آباد آئے۔ قیاس ہے کہ مرزا زین الدّین عشق اس کے بعد عظیم آباد پہنچے ہوں۔ بہرحال ۱۱۷۷ھ یا ۱۱۷۹ھ سے ۱۱۹۱ھ تک ہم انھیں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں میں کبھی آزادانہ مشاعروں اور ادبی مجلسوں میں اور کبھی احمد شاہ ابدالی کے لشکر میں موجود پاتے ہیں۔ تفصیلات آگے آرہی ہیں۔ ۱۱۹۱ھ میں وہ عظیم آباد میں پائے جاتے ہیں۔ ۱۱۹۳ھ ، ۱۱۹۴ھ اور ۱۱۹۵ھ میں بھی وہ عظیم آباد میں ہوتے ہیں۔ ۱۱۹۲ھ اور ۱۱۹۳ھ میں ان کے مُرشد آباد میں قیام کا ثبوت ملتا ہے۔ ۱۱۹۵ھ میں بھی وہ وہیں ہوتے ہیں۔ ۱۱۹۷ھ میں وہ کلکتے میں تھے۔ ۱۱۹۹ھ میں بھی وہ وہیں تھے۔ اپنے دیوان پر نظرِ ثانی اور حواشی پر تازہ اشعار کے اضافے کر رہے تھے۔

سالِ ولادت و سالِ ورودِ ہند کی طرح میرزا زین الدّین کا سالِ وفات بھی معلوم نہ ہوسکا۔ ۱۱۹۹ھ تک ان کے زندہ رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ مصحفی کے تذکرۂ عقدِ ثریّا کا سالِ تصنیف ۱۱۹۹ھ ہے (۱۷)۔ اس وقت میرزا زندہ تھے۔

دیوان میں ان کے سلسلے میں جس آخری سال کا اندراج ملتا ہے وہ ۱۱۹۹ھ ہے۔ آخرِ دیوان میں اوزانِ رباعیات پر ان کے رسالے مجمع الاخبار کا اختصار پایا جاتا ہے جو ان کی تصریح کے مطابق ۱۱۹۹ھ میں انھوں نے تیار کیا ہے۔ اس وقت ان کی عمر راقم کے اندازے کے مطابق ستّر اسّی کے قریب ہوگی۔ عجب نہیں آٹھ دس سال کے اندر ہی مُرشد آباد یا کلکتے میں

ان کی وفات ہوئی ہو اور وہی شہر ان کا مدفن بنا ہو۔

دیوان کے پیشِ نظر نسخے کے سرورق پر سر ولیم جونس (۱۷۴۶۔ لندن ۱۷۹۴ء کلکتہ) کی انگریزی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا نے دیوان کا موجودہ نسخہ گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز (۱۷۳۲۔ ۱۸۱۸ء) (۱۸) کو پیش کیا تھا۔ اس پر تاریخ ۲۱ مئی ۱۷۸۵ء درج ہے جو ۱۴ / رجب ۱۱۹۹ھ کے مطابق ہے۔ معلوم ہوا اس تاریخ تک مرزا زین الدّین عشق شاہجہاں آبادی زندہ تھے ا شہرِ کلکتہ میں مقیم تھے۔

(۴) مرزا کی تحریروں میں سفرِ ایران کا ذکر ملتا ہے لیکن اب تک ایسے خارجی شواہد نہیں ملے ہیں جن سے اس مسئلے کی توثیق و توضیح ہو۔ ایران ان کا مسقط الراس ہے۔ سات سال کی عمر تک وہاں رہنا تو مصحفی کے بیان سے ثابت ہے۔ ہندوستان میں قیام کے بعد اگر وہ ایران گئے تو اس کی کوئی صریح شہادت نہیں ملتی اور وہ زمانہ بھی متعیّن نہیں۔ کچھ قراین اس کی طرف اشارہ ضرور کرتے ہیں۔

میرزا زین الدّین، اپنے مکتوب بنام شاعرِ معاصر عنایت اللہ بیگ ساکن عظیم آبادی (متوفی ۱۲۱۱ھ) میں لکھتے ہیں:

ز ملکِ ہند رفتم در ولایت   نہ کردم با کسے رمز و کنایت

ولایت سے اس زمانے میں ایران اور افغانستان مراد لیا جاتا تھا۔ میرے بچپن میں ولایتی ان افغانوں کو کہتے تھے جو افغانستان سے زعفران، ہینگ، کمبل، لوئی اور اُونی چادریں لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ انگلستان کو بھی کہتے تھے۔ صاحب ولایت گئے ہوئے ہیں، یعنی انگلستان، فلاں کے صاحب زادے تعلیم کے لیے ولایت گئے ہوئے ہیں یعنی انگلستان یا یورپ۔ اسی قطعے میں وہ لکھتے ہیں:

بہر شہرے کہ رفتم تا ولایت   رئیساں کردہ با من رنگِ الفت

سفرِ ایران پر گفتگو کے وقت میرزا کا یہ شعر بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور جو دیوان میں موجود ہے:

ز ہندوستان تا ولایت دیار   بسے رنج بردم بتحصیل گنج

اس قطعے میں جو شاعر نے حاجی محمد محسن کی مدح میں لکھا ہے یہ شعر بھی قابلِ غور ہے:

ز ایران تا بہ بنگالہ سراسر   پئے وادہش گردیدم بہ ہر در

میرزا، دیوان کے آخر میں رباعیوں کی تمہیدی نثر میں لکھتے ہیں:

"از سن تمیز نہ سالگی تا بشصت کہ ۱۱۹۹ھ مبارک ست مکر در یوزہ گری بر درِ ارباب سخن بستہ" "بعجز و انکسار از کنار دریاے شور و فرنگستان و دیار بندر کلکتہ و ہندستان زمین و "ولایت دیار" منزل بمنزل و قریہ بقریہ و شہربشہر با شعرای برکل زمین استفادہ برداشتہ"

میرزا کہتے ہیں کہ سن شعور سے جب وہ نو سال کے تھے ساٹھ سال کی عمر تک ہندوستان میں نہیں ایران کے شہروں قصبات و مواضع میں بھی وہ گھومتے رہے اور شعراء سے استفادہ کرتے رہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس زمانے کی بات ہے؟

یا تو دہلی کے دوران قیام انھیں سفر ایران کا موقع ملا یعنی تقریباً ۱۱۶۰ھ سے پہلے وہ ایران گئے اور پھر واپس آگئے۔ یا ۱۱۶۰ھ کے بعد اور عظیم آباد پہنچنے سے پہلے یعنی ۱۱۹۱ھ تک جب وہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر کر رہے تھے اور وہاں کے مشاعروں ادبی نشستوں میں شریک ہو رہے تھے انھیں سفر ایران کا موقع ملا۔ اس لیے کہ ۱۱۹۱ھ سے ۱۱۹۹ھ تک عظیم آباد اور مرشد آباد کے اطراف میں ان کے رہنے کے شواہد موجود ہیں۔ ایران کا سفر اگر انھوں نے کیا ہے تو اس سے پہلے کیا ہوگا۔

یہاں ان کے سفر ایران پر ایک شبہہ یہ وارد ہوتا ہے کہ دیوان کے موجودہ نسخے میں کسی ایک غزل کے بارے میں وہ یہ اطلاع نہیں دیتے کہ یہ ایران کے فلاں شہر میں فلاں شاعر کی استدعا پر لکھی یا فلاں شاعر کے گھر پر یہ غزل پڑھی یا فلاں کے منعقد کیے ہوئے مشاعرے میں میں نے یہ غزل فلاں سنہ میں سنائی۔ جس طرح کہ دیوان میں بیسیوں شہادتیں ملتی ہیں ہندوستان کے مشاعروں، ادبی نشستوں میں شرکت کی بقید سنین و مقامات۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

(۵) میرزا کا ذریعہ معاش معلوم نہ ہوسکا۔ تجارت سے گزر اوقات تھی یا ملازم پیشہ تھے کچھ حال نہیں کھلتا۔ دربار شاہی سے متعلق ہوتے تو کسی تذکرے میں یا ان کے دیوان میں شاید کوئی حوالہ مل جاتا۔ یہ قرین قیاس ہے کہ اپنے چچا کی وفات کے بعد وہ کچھ عرصے کے لیے فوج میں ملازم رہے ہوں۔ دیوان میں ایک جگہ مغل بادشاہ محمد شاہ (۱۱۳۱ھ - ۱۱۶۱ھ) اور چند مقامات پر احمد شاہ درّ درانی (۱۳۸۰ھ - ۱۱۳۵ھ) کے لشکر میں جالندھر اور جلال آباد میں ان کے رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک غزل کے دو شعر دیوان (ورق ۳۸۹ / ب) میں ملتے ہیں جس کا مطلع ہے:

دور حباب نہ فلک گشت رواں چو بط بہ بط   بتو کشید چشم تر، دجلہ بہ دجلہ شط بشط

اس کا عنوان دیوان میں یوں درج ہے: ایں دوبیت رقیق القافیہ درمن بلشکر محمد شاہ در

سفر بن گھر (بن گڑھ ؟) نزول یافتہ

۲۔ ایک غزل :

جان مست و جہاں مست و مکیں مست و مکاں مست ما مست و سما مست و زمین مست و زمان مست (۱۹)

(ورق ۲۱۵ / ب)

کے عنوان " این غزل ممتنع الجواب در لشکر احمد شاہ درّانی گفتہ شد " سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میرزا زین الدین، احمد شاہ درّانی کے لشکر کے ساتھ تھے لیکن یہ نہیں کھلتا کہ کب اور کہاں !

۳۔ اسی طرح ردیف دال میں ایک غزل ملتی ہے :

بادہ نوشانِ خرابات مقامے دارند گشتہ بے نام و نشان شہرت نامے دارند

اس کی پیشانی پر درج ہے :

" غزل در بحر رمل مثمن مخبون مسبغ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان در مقام لودہنا (لودھیانہ ؟) بلشکر (؟) احمد شاہ نزول یافتہ (ورق ۲۰۰ / الف)

۴۔ اسی ردیف کی غزل کا مطلع ہے :

خاصیت تو در نظرم کیمیا بود ہرکس دمے کہ با تو نشیند طلا بود

اس کا عنوان شعر ہے کہ یہ غزل احمد شاہ در درّانی کی فرمایش پر میرزا عشق نے سہرند (سرھند) میں لکھی تھی (ورق ۲۰۳ / الف)

۵۔ دیوان میں اس کے بعد کی غزل :

تو ہرچہ میکنی اے خوش مزاج می زیبد باین نشستنِ تو تخت و تاج می زیبد

اس کے بارے میں ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ مقام جالندھر میں لشکر شاہ درّانی میں اس کا نزول ہوا (ورق ۲۰۳ / الف)

۶۔ آن غنچہ لب حکایتِ دل گر کشا کند باخندۂ طرب حوں کلیم آشنا کند

اس کا عنوان ہے: غزل عاشقانہ در لشکر شاہ درانی با علی وردی خاں شاملو (حرب تخلص) طرح نمودہ شد ۱۱۷۰ھ ۔ اس سے صراحت ہو گئی کہ میرزا ۱۱۷۰ھ میں احمد شاہ درّانی کے لشکر میں موجود تھے۔ (ورق ۳۱۳ / الف)

۷۔ ایک غزل کا عنوان ہے : ایں غزل در بحر مسرح مثمن اخرب مکفوف محذوف

مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن ست مصرعِ ثانیِ مطلعِ آن از احمد شاہ دُرِّ دُرّانی ست
(ورق ۳۳۸ / الف)

بحسب فرمائش آں بادشاہ در سہرند ایں غزل نزول یافتہ

صد پارہ بفریاد دل از سنگِ جفا شد   یک شیشہ شکستیم و جہاں پُر ز صدا شد

دوسرے مصرع پر جو احمد شاہ دُرّانی کا ہے ۲ کا نشان بنا ہوا ہے

۸۔ ردیف س میں ۱۱ شعروں کی ایک غزل کا مطلع ہے :

شورِ جنونم بہ بہاراں مپرس   جیب دریدم ز گریباں مپرس

اس سے پہلے یہ عبارت درج ہے :

"غزل عاشقانہ رواں ... در لشکرِ احمد خاں دُرِّ دُرّانی بہ جلال آباد نزول یافتہ "

اس عبارت سے احمد خاں دُرّانی کے لشکر کے ساتھ جلال آباد میں ان کا قیام ثابت ہوتا ہے۔

۹۔ یہ غزل لشکرِ احمد شاہ موضع جلندر (جالندھر) میں لکھی گئی ہے (ورق ۳۳۹ / الف)

قربانِ تو خوش آمدی از راہِ تلطف   بنشیں و کمر وا کن و بر دار تکلف

۱۰۔ غزل :

بے روئے تو از بوئی گل آشفتہ دماغم   بے ... تو آتش زدہ صبا بہ ایاغم

کا عنوان ہے : " ایں غزل در لشکرِ احمد شاہ دُرّانی بحسب التمنای ابوالقاسم خاں در تتبعِ نظیری "۔

۱۱۔ بود ہر درد را درماں محی الدّین جیلانی   کند ہر مشکلے آساں محیّ الدّین جیلانی

کا عنوان ہے :

ایں غزل حسبِ فرمائشِ احمد شاہ دُر دُرّانی در موضع جلندھر ورود یافتہ (ورق ۵۸۹ / الف)

۱۲۔ دیوان میں ایک غزل کے بارے میں میرزا عشق اطلاع دیتے ہیں کہ سپہ سالارِ شاہِ دُرّانی کی فرمائش پر لکھی گئی :

موجودہ شواہد سے اس بات کی صراحت نہیں ہوتی کہ دُرّانی کے لشکر کے ساتھ میرزا کا قیام عارضی تھا ، یا وہ ایک سپاہی پیشہ کی حیثیت سے اس کی فوج میں باضابطہ ملازم تھے۔

(۶) میرزا کے تعلقات بہت وسیع تھے۔ ان کے حلقۂ احباب میں ہر طرح کے لوگ تھے۔

راجا مہاراجا، نواب، رؤسا، مشائخ، شعراء سبھی۔ ہندوستان کے طول و عرض میں انھوں نے سیاحت کی تھی، ہر جگہ ان کے دوست اور قدرداں موجود تھے۔ دیوان میں استطراداً جن اصحاب کا ذکر آگیا ہے ان میں کچھ یہ ہیں۔ راقم نے ان مقامات کے نام بھی لکھ دیے ہیں جہاں ان کی ان اصحاب سے ملاقاتیں ہوئیں:

شاہوں میں احمد شاہ دُرّانی (سرہند)، مہا راجا دولت رائے (مُرشد آباد)، راجا سُندر سنگھ، راجا رام لوچن (کلکتہ)۔

امراء میں اشرف الوزراء ولی خاں (دہلی)، سیّد بہرام جنگ عمدۃ الملک (مُرشد آباد)، نواب محمّد اسد اللہ خاں غالب (مُرشد آباد)، داؤد مرزا (مُرشد آباد)، نواب محبّت خاں محبّت (بریلی)، نواب علی ابراھیم خاں خلیل (مُرشد آباد)، نواب غلام حسین غلام (عظیم آباد)، حاجی محمّد محسن (مُرشد آباد)۔

مشائخ میں: میرزا مظہر جانِ جاناں (دہلی)، شاہ علی اصغر درویش مودودی (دہلی)، شاہ اسرار (مُرشد آباد)، شاہ رکن الدین عشق (دہلی، عظیم آباد)، شاہ اعزّ الدین (مُرشد آباد)۔

شعراء میں شیخ علی حزیں (بنارس)، سراج الدّین علی خاں آرزو (دہلی)، اشرف علی خاں فغاں (دہلی)، مرزا فاخر مکیں (بنارس)، شاہ قدرت اللہ قدرت دہلوی (مُرشد آباد)، خواجہ امین الدّین امین عظیم آبادی (مُرشد آباد)، نور العین واقف (لکھنؤ؟)، قزلباش خاں امید (دہلی)، خواجہ عبداللہ تائید عظیم آبادی (مُرشد آباد)، خواجہ محمّد احسن (مرشد آباد) سلیم عظیم آبادی (مُرشد آباد)، شاہ عنایت اللہ بیگ ساکن عظیم آبادی (عظیم آباد)، حکیم غلام علی (عظیم آباد)، صالح بلگرامی (فرّخ آباد)، سعید اللہ خاں عاشق عظیم آبادی (عظیم آباد)، میر محتشم علی خاں حشمت (دہلی)، میر محمّد حیات حیرت (مُرشد آباد)، مرزا علی قلی ندیم (دہلی)، مرزا علی رضا تجلّی (دہلی)، خواجہ عاصم خاں (سرائے مغل)، یار علی (مُرشد آباد)، منشی سراج الدّین (عظیم آباد)، حافظ حلیم (دہلی)، امانت علی امانت (مراد آباد)، احسان علی خاں (پیلی بھیت)۔

(۷) میرزا زین الدّین عشق کی دلچسپی تصوّف سے خاصی گہری رہی ہے۔ یہ ان کے کلام سے بھی مترشّح ہوتا ہے۔ دہلی، عظیم آباد، مُرشد آباد وغیرہ کے مشائخ مرزا جانِ جاناں مظہر، شاہ علی اصغر درویش مودودی، شاہ اعزّ الدّین، شاہ اسرار اور شاہ رکن الدّین عشق دہلوی ثم عظیم آبادی سے ان کی عقیدت و نیاز مندی تو اسی وقت شروع ہوگئی تھی جب وہ دہلی میں قیام پذیر تھے۔ ترکِ وطن کر کے جب میرزا زین الدّین عظیم آباد پہنچے تو وہ برسوں اُن کی خانقاہ

میں ان کے ساتھ مقیم رہے مرزا صاحب جب بھی ان کا ذکر کرتے ہیں تو بڑے احترام سے کرتے ہیں انھیں ایک جگہ "عارف عاشق باتزیین شاہ رکن الدّین عشق" لکھا ہے دوسری جگہ "عاشق عارف باتمکین و شیخ الشیوخ باتزیین شاہ رکن الدّین عشق سلمہٗ" لکھتے ہیں

دیوان کی ردیف ت میں ۱۵ شعروں کی ایک غزل مسلسل ملتی ہے (۲۱۵ / ب - ۲۱۷ / الف) جس کا عنوان ہے "در ذکرِ روح افزاے عارف باتزیین شاہ [رکن] الدّین گفتہ شد" اس کے کچھ شعر یہ ہیں:

چرخ ہمسر نتواں گشت بخاکِ کویت | طینتِ دورِ سیہ کاسۂ واژدوں ست
سالک از دیدِ تو دیوانۂ حق می گردد | نگہ جذبِ ترا خاصیتِ افیوں ست
مستیِ حق ز کلامِ تو رسیدہ ست بمن | نہ چنین ... در معجون ست
فکرتِ تُست کمندے کہ بجلوت گہِ دل | دام پرچیدہ بدستِ او دُرِ مضموں ست
دلکُشا مصرعِ دیوانِ تو باشد قدِ یار | بسکہ طبعت ز لطافت بہ سخن موزوں ست
رکنِ دیں آمدہ بُرہانِ طریقِ نبوی | کہ ازو رونقِ سجّادہ بدہر افزوں ست
پاک برداشتۂ گردِ ملال شہِ دیں | از پۓ شستنِ دلہا نگہتِ صابوں ست
بندہ عشق شد آنکس کہ در آفاق چو من | پاے تا سر تن و جان و دلِ او ممنوں ست

لیکن مرزا آزاد منش انسان تھے ، جس طرح وہ کسی کے حلقۂ شاگردی میں داخل نہیں ہوئے اِسی طرح وہ کسی صوفی بزرگ اور حد یہ ہے کہ عقیدت مندی کے باوجود وہ شاہ رکن الدّین عشق کے بھی باضابطہ مرید و مسترشد نہیں بنے۔ کم از کم شعراء کے تذکروں اور خود ان کے دیوان سے ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی ۔ وہ اپنے اس شعر پر عمل کے پابند نظر آتے ہیں:

کار با مدرسہ و خانقہے نیست مرا | بادہ نوشم ہوسِ صحبتِ رنداں دارم

(۸) میرزا زین الدّین عشق کی صرف دو کتابوں کا اب تک علم ہوسکا ہے۔ ایک دیوان فارسی اور دوسرا رسالہ مجمع الابحار۔ دیوان کا ذکر ابھی آتا ہے لیکن پہلے مجمع الابحار کا ذکر ہوجائے۔

۱۔ مجمع الابحار:

مجمع الابحار (مجمع البحور ؟) میں رباعی کے اوزان اور اس کی بحروں سے تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ مُصنّف فنِّ عروض پر بڑی گہری نظر رکھتا تھا۔ اس کا مطالعہ وسیع تھا۔ اس کی

سہاد میں دیوان میں جا بجا ملتی ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ علمِ عروض کے متعدد رسائل اسے حفظ تھے۔ اس کا رسالہ مجمع البحار تو کہیں محفوظ نہ رہ سکا اور اب تک اس کے کسی نسخے کے وجود کی اطلاع نہیں۔ لیکن حُسنِ اتّفاق سے میرزا نے اس کا اختصار دیوان کے آخر میں رباعیات کے انتخاب سے پہلے بطور تمہید پیش کر دیا ہے۔ تمہید ان سطور پر ختم ہوتی ہے:

"خاکسار، بعونِ قادر اسم ہر بحر مفصّل مطابقِ قاعدۂ عروضیاں دریں دیوان مرقوم کردہ و در بست و چہار تقطیع قرار دادہ مولوی جامی رباعیات مشق کردہ و از تغیّر و تبدیل ہمیں دہ کلمہ بیست و چہار تقطیع دیگر احداث و در ہر تقطیع رباعی مکمّل بزبانِ فارسی و زبانِ ہندی اُوردوے معلّٰے پائے تخت شاہ جہاں آباد مشق کردہ امید داد رسی مشّاقی از سخن سنجانِ انصاف آئینِ دوراں دارد"

اس کے بعد مُصنّف نے اپنی ۲۹۰ رباعیاں اس اہتمام سے درج کی ہیں کہ پہلے بحر کا نام لکھا ہے، پھر اس کی تقطیع بتائی ہے پھر مثال میں اپنی ایک رباعی لکھی ہے۔ جامی نے مثال کے طور پر جو رباعیاں اپنے رسالے میں لکھی تھیں ان میں چار مصرعوں میں ایک مصرع اپنا رکھا تھا، زین الدّین عشق نے چار مصرعوں کی مکمل رباعیاں اپنی کہی ہوئی درج کی ہیں۔ یہاں حمد و نعت میں اس کی دو رباعیاں بحر و تقطیع کے التزام کے ساتھ درج کی جاتی ہیں:

"رباعی فی الحمد در بحرِ اخرب مکفوف سالم محذوف مفعول مفاعلن مفاعیلن مفعول

آراستہ ہر طبق ز مولائیِ تُست — در کارِ جہاں ز کار فرمائیِ تُست

برتر ز قیاس با توانائیِ تُست — پیدائش ما دلیلِ پیدائیِ تُست

رباعی فی النعت بحرِ اخرب مقبوض سالم مجدوع: مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع

اے فخرِ رُسُل ترا ز حق شد معراج — نُہ چرخ نمود خاکپایت سرتاج

در ظلّ لوای تُست عالم آباد — بر درگہِ عالیِ تو آدم محتاج

اسی طرح کوئی ہونے چار سو رباعیاں بحر و تقطیع کے اندراج کے ساتھ دیوان کے آخری حصّے میں ملتی ہیں۔ مصنف نے فارسی کے ساتھ اُردو رباعیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہمیں ان کی کوئی اُردو رباعی نہیں ملی نہ دیوان میں نہ کسی تذکرے میں۔ شاید اصل کتاب مجمع البحار میں ہو، ہاں دیوان کے پیشِ نظر نسخے میں دو رباعیاں ایسی ضرور دیکھنے میں آئیں جن میں ہر ایک کا

چوتھا مصرع اُردو میں ہے :

۲۔ **دیوانِ فارسی:**

دیوانِ فارسی کے صرف ایک نسخے کا اب تک علم ہوسکا ہے اور وہ انگلستان کی جون ریلینڈ لائبریری مانچسٹر میں محفوظ ہے۔ اس کا قدیم شمار نمبر فارسی : ۲۰۰ ہے۔ مخطوطے سے پہلے دو صفحوں میں سے ایک پر مالکِ نسخہ یا کسی کے دستخط تھے جس پر اِس طرح روشنائی پھیری گئی ہے کہ اب الفاظ بالکل نہیں پڑھے جاتے۔ اس صفحے پر کتب خانے کی مطبوعہ فہرست سے (جو اِس قدر نایاب ہے کہ ہندوستان پاکستان یورپ میں کہیں بھی حاصل نہ کرسکا) سات باریک سطروں کی ایک عبارت تراش کر چسپاں کر دی گئی ہے :

207 مرزا زین الدّین خاں صاحب

The Poems of Mirza Zayn-uddin khan
well written in Taaliq , on thin and slightly
silk paper .A very thick 4 to 1390 pp £5 15s.6d
Presented by him to the Governor General
(Warren Hastings). The circumstance is mentioned
in a note on the fly - leaf at the beginning of the book,
in the hand - writing of Sir W. Jones.

دوسرے صفحے پر سرولیم جونس کے قلم کی حسب ذیل تحریر ہے :

The
Poems
of
Mirza Zain uddin Khan
surnamed Ishk (Love)
presented by him
to the
Governor General Warren Hastings
21 May 1785

سرورق پر غالباً سرولیم جونس کے قلم سے ۶.۱۵.۵ پونڈ کی رقم لکھی ہوئی ہے۔ مطبوعہ انگریزی فہرست میں تعداد صفحات ۱۳۹۰ کے بعد 6 d - 15 S - 5 L کی رقم درج ہے۔ چھے گنی اور (تقریباً) چھے پونڈ رقوم کے اندراج کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ دیوان کا یہ نسخہ کتب خانے کے لیے خریدا جاتا تو سمجھا جاتا کہ یہ قیمت اس نسخے کی ہے۔ لیکن ولیم جونس کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ شاعر نے گورنر جنرل کو بطور ارمغان پیش کیا ہے۔ ۲۱ مئی ۱۷۸۵ مطابق ہے ۱۱ رجب ۱۱۹۹ھ کے۔ اس وقت مرزا زین الدین خاں عشق بنگال (مرشد آباد کے مقابلے میں کلکتہ زیادہ قرین قیاس ہے) میں موجود تھے۔ یہ جلد بندی کی اُجرت بھی نہیں ہوسکتی کہ یہ رقم زیادہ معلوم ہوتی ہے، پھر دونوں رقوم میں فرق کیوں ہے۔ جلد بندی کی اُجرت کا کیٹلاگ میں اندراج بھی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ فہرست نگار تو زمانۂ حال کی خریدی ہوئی کتاب کی قیمت کا بھی ذکر نہیں کرتے۔ دیوانِ عشق راقم کی نظر سے ۱۹۵۵ء میں گزرا ہے۔ اس کی جلد خوبصورت، مضبوط اور پائیدار ہے اور دو سو سال گزرنے پر بھی دیوان کا ایک ایک ورق محفوظ ہے۔ ایک طرح سے کہا جاسکتا ہے کہ دیوانِ عشق کے مُصنّف کی دعا بھی یہی تھی:

خداوندا بہ بستی جلدِ اوراقِ کتابِ گُل مکن شیرازۂ دیوانِ عشقِ پاکِ مَن ابتر

دیوان بہت ضخیم ہے اور جہازی تقطیع کے ۱۳۹۰ صفحات پر مشتمل ہر صفحے میں ۱۳ سطریں ہیں کہیں کہیں ۱۲ اور بعض صفحات پر ۱۴ بھی ہیں۔ نسخے کے کچھ صفحات سادہ ملتے ہیں تو مُتعدّد صفحات پر حواشی میں اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ یہ بعد کے اضافات ہیں جو قریب بہ یقین ہے کہ مُصنّف کے کیے ہوئے ہیں۔ ہر صفحے پر ۱۳ شعروں کا اوسط مان لیا جائے تو دیوان میں اشعار کی تعداد ۱۸ ہزار سے زیادہ بنتی ہے۔ دیوان خاصا ضخیم ہے لیکن یہ عشق کے سارے کلام پر حاوی نہیں۔ اپنے معاصر میرزا عنایت اللہ بیگ ساکن عظیم آبادی (متوفی ۱۲۱۱ھ) کے نام ایک منظوم خط میں میرزا عشق لکھتے ہیں کہ میں نے ۸ لاکھ سے زیادہ شعر کہے ہیں لیکن ہجو لکھ کر کسی کا دل زخمی نہیں کیا:

بود از ہشت لک اشعارم افزوں بہ ہجو کس نکردم سینہ پُرخوں

عشق کا ۸ لاکھ شعر کہنے کا دعویٰ غالباً مبالغے پر مبنی نہیں۔ شاعری میں ساٹھ سال کی ریاضت کا ثبوت ان کے دیوان سے ملتا ہے۔

مولیٰ علی کی منقبت میں جو قصیدہ انھوں نے ۱۱۸۹ میں لکھا ہے اس میں یہ شعر دیکھیے:

در مشق شصت سالہ شاہا بر انچہ گفتم مداحی تو کردم طغرای داستانی

وہ مجمع الابحار میں رباعیوں کی تمہید میں لکھتے ہیں : از سنِ تمیز نہ سالگی تا بشصت کہ ۱۱۹۹ھ مبارک ست ... " یہاں ساٹھ سال وہ سہواً لکھ گئے ہیں انھیں اس وقت فکر سخن کو ستّر سال پورے ہو چکے تھے۔ ستّر سال ایک طویل مدت ہے اور جب شاعر زود گو ہو اور دن رات شعر و شاعری میں مستغرق ہو، اس دور خوشحالی و فراغت میں عشق کا پان سات لاکھ شعر کہہ لینا کچھ مستبعد نہیں۔

دیوان کے پیش نظر نسخے پر نہ کوئی سر ورق ہے نہ ابتدا میں کوئی مقدمہ و تمہید۔ یہ خاتمہ و ترقیمہ سے بھی بے نیاز ہے جس سے معلوم ہو سکتا تھا کہ نسخے کی کتابت کس نے کی اور یہ کب کا لکھا ہوا ہے۔ کتابت میں املا کی فاحش غلطیاں ہیں، کچھ یہاں پیش کی جاتی ہیں :

موسا (بجای موسیٰ) ، مبزول (مبذول) ، یسرب و بطہا (یثرب و بطحیٰ) ، مزاق (مذاق)، حمزہ (ھمزہ) ، نصر (نثر: چوں کلکت فقرہ نصری نگارد)، خذف (خزف : خذف اندوختی در خانہ بسیار) ، ماقلہ و دلہ (ماقل و دل)، صواب (ثواب : ملاقاتت صوابست و سعادت)، اولا (اولی)، خنسہ (خنثیٰ) ، طرقی (ترقی) ، صومنات (سومنات)، سعب (صعب)، قائدہ (قاعدہ : برنہج قائدہ عروضیان) ، سلہ (صلہ)،ضال دنیا (زال دنیا)، صفاک (سفاک)، طوران (توران) ، اصنای راہ (اثناء راہ .) ، علاہدہ (علیحدہ)، زلالت (ضلالت)۔ضحافات (زحافات)۔ شاعر عروض کے مسائل سے خاصا واقف ہے۔ وہ زحافات کو ضحافات نہیں لکھ سکتا۔

املا کے اتنے اور ایسے ایسے اغلاط دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنا دیوان کسی متصدی یا کم سواد نقل نویس سے لکھوایا ہے اور اسے تصحیح کا موقع میسر نہ آیا۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ یہ مصنّف کا ذاتی نسخہ ہے اور برسوں اس کے پاس رہا ہے۔ اس نے اپنے اشعار میں کہیں کہیں ترمیم کی ہے اور مختلف اوقات میں اس نے بیسیوں مقامات پر سادہ اوراق پر یا حواشی میں تازہ غزلیں درج کی ہیں۔ ان تحریروں کا خط کاتب دیوان کے خط سے کچھ مختلف معلوم ہوتا ہے۔ قلم کہیں متوسط ہے کہیں خفی۔ ہاں قصائد جن سے دیوان شروع ہوتا ہے، اور کچھ اور اوراق مُصنّف کے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ دو چار مقامات پر مصرع اوّل کی جگہ بیاض ہے۔ دوسرا مصرع ہو گیا اسے نقل کر دیا، خیال ہوگا کہ پہلا مصرع کہہ کر شعر پورا کر دیا جائے گا، کسی وجہ سے اس کا موقع نہ مل سکا۔ غزل دلدارمی شوم / دیوارمی شوم (دیوان ص ۴۵۲) میں مقطع کی جگہ بیاض ہے۔ ردیف دال میں ایک جگہ (ص ۳۵۰) عنوان درج ہیں :

غزل در بحرِ ہزج مُثمّن مقبوض مسبع مفاعلن مفاعلن فاعلات این بحر در دیوانہا نایابست " اس کے بعد نسخے میں سات سطروں کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے وہ غزل لکھنے کے لیے، لیکن معلوم ہوتا ہے غزل کا وہ پرچہ گم ہوگیا اور درج دیوان نہ ہوسکا۔

اوپر ذکر ہوا کہ دیوان میں بعض مقامات پر الفاظ قلمزد کر کے ان کی جگہ دوسرے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

۱۔ عرفی کے تتبع میں نعتیہ قصیدے کا ایک شعر ہے

آں ختمِ رُسُل دبدبہ افزود حشم را   بر عرشِ مُعلّی زدہ در قرب علم را

"آں ختمِ رُسُل" کو شاعر نے نظرِ ثانی کے وقت "محبوبِ خدا" بنا دیا ہے

۲۔ قصیدۂ میمیہ در حمد و نعت و منقبت کا ایک شعر ہے:

طائران چرخ پرواز ہوائے را دراں   سر بسر درماندہ و حیران و بے پر یا فتم

"ہوائے را دراں" کو "ہوا را بر درش" کر دیا ہے۔

۳۔ حق را بہ کائنات مُقدّم شناختی   بگرفتِ زہرہ برفلک از مہر و ماہ دف

پہلا مصرع مستزد کر کے اس کی جگہ: "تا کوسِ جانشینِ احمد نواختی" لکھ دیا ہے

۴۔ غزل کا ایک مطلع تھا:

ناتواں صیدم و ترسم چو کند یاد مرا   شائد آشفتہ ز کُنجِ قفس آزاد مرا

پورا شعر قلمزد کر کے یہ شعر لکھ دیا ہے:

صید خود کردہ رہن ساختہ صیاد مرا   ناتواں دیدہ مبادا کُند آزاد مرا

۵۔ دو چارت گر شود اے عشق آں دلدارِ بے پروا   ز دستِ خویشتن بگذار دامانِ تغافل را

نشان زدہ الفاظ کو "زدستِ آرزد گلزار" میں تبدیل کر دیا ہے

۶۔ ہر کہ بیند حسنِ بازاری بقولِ صائبا   عشق از بے باکیش ... می شود

اب یہ شعر قلمزد ہو کر یوں ہوگیا ہے:

عشق منکر حُسنِ بازاری بقولِ صائبا   بوی خوں می آید از تیغے کہ عُریاں میشود

۷۔ خجالتہا زجسم لاغر و پُراستخواں دارم   فزود از داغہای سینۂ من اعتبارِ من

دوسرا مصرع اصلاح کے بعد یوں ہوگیا ہے :

"کہ پیکانش نشد آلودہ از مشتِ غبارِ من"

۸۔ تو فریبِ آئینہ را مخور اے بکار خود سر   بدلم ... کہ دادہ بہ تجلّی صفائی

دوسرے مصرع میں شاعر نے ترمیم کرکے اب یوں کر دیا ہے :"کہ دلم زیادہ دادہ"

شاعر نے ردیف نون کی ایک غزل کوثر من / لشکر من (ص ۴: ۱۵) کے کئی شعر نظری کر دیے ہیں

(۹) ۔ دیوانِ عشق میں پچاسیوں ایسی غزلیں ملتی ہیں جن کے بارے میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ غزل کس شاعر کے تتبع میں لکھی گئی ہے۔ یہاں کچھ شعراء کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اس فہرست سے اندازہ ہوسکے گا کہ مرزا عشق کے پسندیدہ شعراء کون کون ہیں۔ قوسین میں میں نے سنین درج کر دیے ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ [illegible] کب لکھی گئی۔

غزل در تتبعِ صائب علیہ الرّحمۃ (۱۱۵۶ ، ۱۱۶۵ ، ۱۱۷۶ ، ۱۱۸۳ ، ۱۱۸۶ ،) در محفلِ اسد اللہ خاں غالب (۱۱۹۱ ، ۱۱۹۴) ، در تتبعِ جمہور شعراء ، استاوانِ متوسّطین، مشتاقانِ افصح ، در تتبعِ سلیم (۱۱۷۶ ، ۱۱۸۹) ، شوکت بخاری ، (۱۱۶۶ ، ۱۱۸۹) اہلی شیرازی (۱۱۸۳ ، ۱۱۹۷) ، (۱۱۸۹ ، ۱۱۹۱) خواجہ آصفی (۱۱۹۱) شفائی (۱۱۶۹ ، ۱۱۸۳) (۱۱۸۳) ، (۱۱۹۱) ، کمال خجندی (۱۱۸۱) ، فرح اللہ عرب (۱۱۵۵) ، طاہر غنی (۱۱۸۶) ، فغانی (۱۱۷۶) ، (۱۱۸۶) ، (۱۱۸۹) ، (۱۱۹۱) ، نظیری (۱۱۶۹) ، (۱۱۹۲) ، حافظ (۱۱۶۶) ، (۱۱۸۷) ، (۱۱۹۷) ، طالب کلیم (۱۱۷۶) ، (۱۱۸۸) ، طالب آملی (۱۱۷۶) ، (۱۱۸۲) ، خواجہ آصفی (در عظیم آباد) (۱۱۹۱) ، قدسی (۱۱۸۹) ، خسرو (۱۱۹۵) ، قزلباش خاں امید (۱۱۵۵) ۔

ان کے علاوہ حسب ذیل شعراء کے تتبّع میں عشق کی غزلیں ملتی ہیں :

غنی کاشمیری ، فیضی ، ناصر علی ، حیرت ، مرزا بیدل ، حکیم رُکنا کاشی ، علی قلی خاں والہ ، سعدی ، علی رضای تجلّی ، رومی ، عرفی ، میر حشمت علی خاں شاہجہان آبادی ، حزیں ، نظام الملک آصف جاہ ، مرتضیٰ قلی بیگ فراق شاہجہاں آبادی، ظہیر فاریابی، ضمیری، کلیم ، شہرت ، نواب زاہد علی خاں سخا ، نعیمی (ایں غزل بر غزل مشہور نعیمی بر سر مجلس بداہۃً نزول یافتہ :

جان و دلم ربود و ادا را بہانہ ساخت   خاکم بباد داد و صبا را بہانہ ساخت

تقلید و اتباع صحیح معنوں میں ایک دو شاعر کی کی جاسکتی ہے ، چالیس پچاس شعراء کی نہیں ۔ عشق کی مراد تتبّع سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان شعراء کی زمینوں میں انھی قوافی و

ردیف میں غزلیں کہی ہیں:

(۱۰) کلیاتِ عشق کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر جہانیاں جہاں گشت تھا۔ پورے ہندوستان کے طول و عرض میں گھومتا پھرتا تھا اور آج کل کی اصطلاح میں " مشاعرے پڑھتا " رہتا تھا۔ وہ غزلوں کے اندراج سے پہلے عام طور پر لکھتا ہے کہ اس نے یہ غزل کس شہر کے مشاعرے یا ادبی محفل میں پڑھی۔ ان کے نام درج کیے جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ غزل کب لکھی اور ان شہروں میں وہ کب گیا:

مُرشد آباد ۱۱۹۱ (در محفلِ اسد اللہ غالب)، مقصود آباد غالباً مرشد آباد کا کوئی علاقہ جہاں علی ابراہیم خان خلیل مُتمکّن تھے) ۱۱۹۴، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۷، موضع عطر چھندی (از پرگنۂ ؟) پر آنولہ (۱۱۸۱) پرگنہ حصار ۱۱۷۶ شاہ جہاں آباد ۱۱۳۱، ۱۱۳۶، ۱۱۳۵، ۱۱۵۸، ۱۱۵۶، ۱۱۶۹، ۱۱۶۱، سامانہ ۱۱۷۴، سھرند (سرہند) ۱۱۵۸، ۱۱۶۱، ۱۱۶۸، انبالہ، کیتھل ۱۱۱۸۸، ۱۱۸۹، پیلی بھیت، سرائے مغول (؟) موضع سردلی ۱۱۸۵، عظیم آباد ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، پٹنہ ۱۱۶۹، کرنال ۱۱۲۱، پانی پت، میرٹھ، بسولی، لکھنؤ (۲۰)، ۱۱۸۹، جلندھر (جالندھر) در لشکرِ احمد شاہ درّانی۔ اِٹاوہ، بنگلہ (فیض آباد کا قدیم نام) / کوہ تسام (ایک مقام پر قصبہ تسام ۱۱۸۱، راج محل، کلکتہ (۱۱۹۷) بانس بریلی ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، انوپ شہر، خرجہ (جواب خورجہ کہلاتا ہے، علی گڑھ غازی آباد کے درمیان ایک قدیم قصبہ) مراد آباد، جلال آباد (در لشکرِ احمد شاہ دُرِّ درّانی) پورنیہ، فتح آباد، سرسہ، بنّور، فرخ آباد، سیف آباد، مسردری (مسوری ؟) درشکار، جون پور، بنارس، شاہ جہاں پور، علی نگر، نگینہ، دھام پور، دارا نگر، اسلام آباد، حافظ آباد، دریا باد، موضع کہرام، نجیب آباد، مقام لودھنا (لودھیانہ ؟) سرائے مغل (مغل سرائے ؟) بن گھر (بلشکرِ محمدّ شاہ در سفر بن کھر نزول یافتہ، یہ " بن گھر " ممکن ہے وہ مقام ہو جو " بن گرِدہ " کہلاتا ہے، روہیلوں کی تاریخ میں یہ نام آتا ہے۔

۱۱۔ دیوانِ عشق کی ایک انفرادیت یہ بھی نظر آئی کہ پچاسوں غزلوں کے بارے میں شاعر کی صراحت ملتی ہے کہ یہ غزل کس کی فرمائش پر یا کس موقع پر لکھی گئی۔ اس کے لیے وہ حسب الاستدعاء، حسب الایماء، حسبِ فرمائش، حسب خواہش، بپاس خاطر، باستدعای فلاں کے کلمات لکھتا ہے:

یہاں فرمائش کرنے والوں کے نام درج کیے جاتے ہیں، استیعاب کی کوشش نہیں کی گئی ہے، لیکن خیال ہے کہ تقریباً سارے نام آگئے ہیں۔ جن اصحاب کے حالات کتبِ تذکرہ و تاریخ میں مل جاتے ہیں ان کے نام پر ستارے کا نشان بنا دیا گیا ہے۔

☆ شیخ محمد علی حزیں مرحوم ، ☆ احمد شاہ دُرِّ درّانی (در سہرند) ، ☆ عارف عاشق باتزیین شاہ رکن الدّین [عشق] سلمہ (در عظیم آباد ۱۱۹۱ ، ۱۱۹۴ ، ۱۱۹۵ ، ☆ مرزا جان جانان مظہر مرحوم (شاہجہاں آباد) ، مرزا نجیب اللہ رغبت (در شاہجہاں آباد) ، حقائق معارف آگاہ سیّد شاہ علی اصغر درویش مودودی مرحوم (شاہجہاں آباد) ، ☆ نواب اعزّ خاں دیدہ مغل مرحوم(۲۱) ، خواجہ عاصم خاں مرحوم ، محمّد امین خاں (پرگنہ حصار) ، شہامت خاں (در آنولہ ۱۱۸۵ ھ) ، ☆ نواب محبّت خاں (بریلی ۱۱۸۵ھ) ، ☆ شاہ محمّد پناہ قابل (شاہجہاں آباد) ☆ قزلباش خاں امید مرحوم (شاہجہاں آباد ۱۱۵۵ھ) ، ☆ سراج الدّین علی خاں آرزو ، خلیفہ فیض اللہ بیگ آرام مرحوم ، ☆ میر محتشم علی خاں حشمت ، احسان علی خاں سلمہٗ (پیلی بھیت) ، خلیفہ فرمان بیگ ، ☆ مرزا فاخر مکین (لکھنؤ) ☆ میرزا مرتضیٰ قلی بیگ فراق (شاہجہاں آباد) ، حکیم غلام علی (عظیم آباد ۱۱۹۲ھ) ، ہمّت خاں (عظیم آباد) ، میر محمّد حیات حیرت (مُرشد آباد) ، شیخ ابوالفتح نار نولی مرحوم (پیلی بھیت) ، شاگرد رشید خلیفہ محمّد انور (لکھنؤ) ، میر خواجہ محمود جان مرحوم ، کاظم جنگ شیدا (بریلی) ☆ مرزا علی قلی ندیم ☆ مرزا اشرف علی خاں فغاں (شاہجہاں آباد) ، احمد خاں پسر ملّا شفیع ؟ مرحوم کہ عزیز دلہا بود) ، ☆ مرزا علی رضا تجلّی (شاہجہاں آباد) ، ☆ خواجہ امین (مُرشد آباد میں نواب علی ابراہیم خاں خلیل کی مجلس میں یہ غزل لکھی گئی ہے' اس لیے یقین ہے کہ یہ خواجہ امین الدّین امین عظیم آبادی متوفی ، ۱۱۹۹ھ ہوں گے) ☆ خادم حسین خاں (عظیم آباد) ، ☆ سعید اللہ خاں عاشق عظیم آبادی (در عظیم آباد ، نزول یافتہ)۔ عزیز دلہا لو مہات ؟ [بابو مہتاب] راے (مُرشد آباد) ، ☆ نور العین واقف (لکھنؤ ؟) شاہ اسرار سلمہٗ (مُرشد آباد) ، اشرف الوزراء شاہ ولی خاں ، خلف الرشید میر یعقوب علی جوہر (کلکتہ ۱۱۹۰ھ) ، خواجہ عاصم خاں مرحوم (در سراے مغل) (ممکن ہے یہاں شمالی ھند کا مشہور ریلوے جنکشن مغل سراے مراد ہو) ، ☆ خواجہ عبداللہ تائید عظیم آبادی (مُرشد آباد ۱۱۹۴ھ) قاسم بیگ ، قاسم خاں :

بگفتم بے تأمّل ایں غزل در بزمِ قاسم خاں بفرمود از چراغِ دل ... کنول روشن

—— عزیزی ممتحن الشعر (پاے تخت دہلی) ، راجا دولت راے و بابو مہتاب راے (مُرشد آباد) ، منشی سراج الدّین (عظیم آباد) ، راجا رام لوچن (کلکتہ) ، مرزا امانت علی امانت (مراد آباد) ، در مجلسِ محققان خلیفہ ابراہیم و میر ولایت اللہ خاں (مُرشد آباد) ، [ایک جگہ خلیفہ ابراہیم کو محقّقِ بے بدل خلیفہ ابراہیم مرحوم لکھا ہے] نواب بہرام جنگ عمدۃ الملک (مراد آباد) ، سردارِ سرداران سپہ سالارِ شاہِ درّانی (جلندھر) ، میر علی نقی رضوی کتاب خواں امام مُرشد آباد (مُرشد

آباد)۔ میر ولایت مرحوم ؟

ان ۵۵ اصحاب میں مُتعدّد ایسے ہیں جن سے راقم واقف نہیں، مشہور تذکروں اور کتبِ تاریخ میں ان کا ذکر نہیں مل سکا۔ تلاش جاری ہے۔

○

کلّیاتِ عشق خود شاعر کا مُرتّب کردہ ہے۔ اس کا یہ انداز دلچسپ، مفید اور منفرد پایا کہ وہ اپنے قصاید و قطعات و غزلیات وغیرہ نقل کرنے سے پہلے یہ لکھتا ہے کہ یہ اشعار کس شاعر یا کن شعراء کے تتبّع میں لکھے گئے ہیں، کون سی بحر ہے اور اس کی تقطیع کیا ہے۔ کہیں کہیں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ یہ اشعار کب اور کس کی فرمایش سے کس مقام پر اور کس مشاعرے کے لیے لکھے گئے۔ بعض مقامات پر اندراجات مختصر ملتے ہیں اور جہاں نہیں ملتے وہاں پیش نظر نسخے میں ایک سطر سادی چھوڑ دی گئی ہے۔ خیال ہوگا کہ یہاں کچھ لکھا جائے گا لیکن اس کا موقع نہیں ملا۔ فارسی کے کسی شاعر نے اپنے دیوان یا کلّیات میں شاید ہی اتنے مفید معلومات جمع کیے ہوں جتنا کلّیاتِ عشق میں ملتے ہیں اس لحاظ سے اس کی اہمیّت ظاہر ہے۔

کلّیات میں جہاں بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم درج ہے وہاں : "رہبرِ عشق ست بطبعِ سلیم" لکھ کر شعر مکمل کر دیا گیا ہے۔

کلّیات کی ابتداء قصائد سے ہوتی ہے۔ پہلا قصیدہ نقل کرنے سے پہلے نثر کی حسب ذیل عبارت ملتی ہے:

۱۔ قصیدہ در تتبّع مولانا احمد زندہ فیل جامی، معانقی و خواجہ شمس الدّین محمّد حافظ شیرازی غیب اللسان و شاہ رکن عالم در صنعتِ مُسجّع در بحرِ رجز مُثمّن سالم، تقطیش:
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

یہ قصیدہ ۸۱ اشعار پر مشتمل ہے، ۲۴ شعر حمد میں ہیں ۳۲ نعت میں اور بقیہ ۲۵ مناقب میں ہیں۔ ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے:

اے قادرِ قدرت نما، وے صانعِ ارض و سما — قفلِ دلِ من بر کشا، من گو نمت حمد و ثنا (۸۱ شعر)

۲۔ قصیدہ فی المناقب در تتبّع عرفی شیرازی، در بحرِ ہزج مثمّن اخرب کمفوف محذوف ست۔
تقطیش: مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

آہم چو برافراشت در آفاق علم را — گردید ستون خیمۂ افلاک دژم را (۸۰ شعر)

۳۔ قصیدہ در تتبع خاقانی و انوری مسمّی بہ گلدستۂ معانی در بحرِ رمل مُثمّن اخرب مقصور مکفوف
تقطیعش، مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

پیکانِ آبدارِ تو چوں دانۂ انار   ہر قطرہ خونِ دل برد از سینہ بے شمار (۱۶۳ شعر)

آخری چار شعر یہ ہیں: چوتھے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ ۱۱۹۰ ہجری میں رقم ہوا ہے:

اے عشق این قصیدۂ نازک خرام من   چوں دستۂ گل ست فرستادۂ بہار

گلدستۂ معانیِ عشق ست نام او   باشد کہ رفتہ رفتہ رود اصفہاں دیار

دارم توقعے کہ بہ بینند اہلِ دل   از چشمِ عیب پوش ہنر بینِ پردہ دار

در یکہزار و یکصد و ہفتاد و بست و ہفت   از کلکِ من رقم شدہ این نظمِ آبدار

۴۔ قصیدہ در ذکرِ اطوارِ زمانہ و مناقبِ عالی متعالی صاحبِ امر۔ در بحرِ ہزج مسدس محذوف
تقطیعش: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

طلسماتیست در ایں پیکرِ گل   کہ در ادراکِ او حق است حاصل (۸۸ شعر)

اس قصیدے سے شاعر کے عہد کی معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔ کچھ شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

زمامِ ملک نادانان ربودند   ہر آنکس بود دانا گشت عاطل

رسومِ عام خاصاں برگزیدند   شد آثارِ قیامت جملہ نازل

فقیہ و اہلِ علم و سیّد و شیخ   بنانِ خشک شد محتاج و بیدل

نصاریٰ و یہود و مردِ ملحد   کند تحقیرِ علم و فضلِ فاضل

چوں ہستم سیّد و شاعر، ازیں وجہ   مرا ایں قوم جاہل

بہ از اشراف خود را می شناسد   جولاہ و کفش دوز و مرد ناقل ...

ز اہلِ علمِ ایں دوراں چہ پرسی   نخواندہ کس بجز مفعول و فاعل

فقیہ و مفتی و قاضیِ ایں دور   نداند فقہ و احکامِ مسائل

طریقِ دین نہ پرسد کس ز عالم   دہد فتویٰ بکارِ شرع، جاہل

قیامت عنقریب آمد کہ در دیر | سر و بر کردہ می بینم اراذل
الا اے عشق اگر گردوں بہ پیکار | بروبیت فوجِ غم کردہ مقابل
شکیبائی مدہ از دست زنہار | بامّیدِ محمدؐ کن قوی دل
درین دوران بروحِ صاحبِ امر | رجوعے کن بجاں گردیدہ مائل
فسہّل یا الٰہی کل صعب | بحرمت سیّدِ الابرار سہّل

۵۔ قصیدہ فی المناقب: در بحر رمل مثمّن اخرب تقطیعش: مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

یا مظہر العجائب شبازِ لامکانی | در قافِ قرب قائم مافوقِ آسمانی (۲۲۵ شعر)

یہ قصیدہ مولیٰ علی کی منقبت میں ہے اور خوب ہے:

مشکل کشا ست نامت یا حیدرِ غضنفر | داری نہ بس مروّت حامیؑ بے کسانی

آخری شعروں سے مستفاد ہوتا ہے کہ ۲۲۵ شعروں کا یہ قصیدہ ۱۱۸۹ھ میں لکھا گیا ہے جب شاعر کی مشق سخن کو ساٹھ سال پورے ہوچکے تھے۔ عشق کی شاعری کا آغاز تقریبا ۱۱۳۰ھ میں ہوا ہوگا۔

۶۔ قصیدہ در حمد و نعت و مناقب در بحرِ رمل مُثمّن مقصور (۲۲) تقطیعش: فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلات

می سرایم حمد حیِّ قادرِ پروردگار | آنکہ دادہ در دل ہر واحد از قدرت گزار (۱۲۳ شعر)

۷۔ قصیدہ مُسمّیٰ بہ بحرِ عرفان، دربیان رویّہ اصطلاح بُت پرستان و اظہار شان صمدیّت و شکوہِ اسلام حقیقی، در بحرِ رمل مُثمّن مقصور۔ تقطیعش بر نہج قائدہ (قاعدہ) عروضیان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

می گذشتم بر درِ بتخانۂ در رہ گزار | اتفاقاً شد برہمن زادۂ بامن دو چار (۱۴۴ شعر)

آخری دو شعروں سے قصیدے کے نام کی توثیق ہوتی ہے اور یہ اطلاع ملتی ہے کہ اس کا سالِ تصنیف ۱۱۷۵ھ ہے۔

ایں قصیدہ "بحرِ عرفان" نام دارد در سلوک | غوطہ اینجا ہر کہ زد ہرگز نیاید برکنار
دو ہزار و یکصد و ہفتاد و پنج ایں ارمغان | کلکِ من آورد از عرشِ معلّیٰ یادگار

۸۔ قصیدہ فی المناقب (۲۳) در بحرِ رمل مُثمّن محذوف تقطیعش: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

داد از بیدادِ گردوں یا علیؑ مرتضیٰ مشکلم بکشائے از سر پنجۂ مشکل کشا (۸۱ شعر)

۹۔ اس کے بعد کا ورق یا اوراق غائب ہیں جہاں سے قصیدۂ نہم کا آغاز ہوتا ہے۔ قصیدے کے آخری سات شعر محفوظ رہ گئے ہیں، دو شعر یہ ہیں:

ز روئے باطن شدہ ست مشتق کشودہ چشمے اویسِ تو
کہ در دلِ او مشاہدہ شد ظہورِ حشمت بصورتِ جاں (۷ شعر)
یقین کہ قرنے دمِ نہایت زند بدنیا مسیح از وے
ز بعدِ او ہم خلیفۂ او چہار باشد بدورِ امکاں

۱۰۔ ایں قصیدہ در تتبّع جمہور شعراء بحمد و نعت و مناقب بموجب اصطلاحِ علمائے راسخین نزول یافتہ در بحرِ رمل مثمّن محذوف تقطیعش: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن در ۱۱۰۰ھ

آگہی از کُنہِ ذاتِ خویش اے مولائے من ظاہر و باطن توئی گنجینہ سرتا پائے من (۱۵ شعر)

۱۱۔ قصیدہ فی النعت در بحرِ رمل مثمّن محذوف [تقطیعش:]فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

خواستم موزوں کنم آبے بہنگامِ سحر سر کشید از جویبارِ خامہ امواجِ گہر (۳۰ شعر)

۱۲۔ قصیدۂ عاشقانہ قطعہ بند در بحرِ ہزج مُسدّس اخرب مقبوض [تقطیعش:] مفعول مفاعلن فعولن

خواند از رقم چو یار مطلب چندیں عرض و ہزار مطلب (۶۵شعر)

۱۳۔ قصیدہ فی المناقب یسمّیٰ (کذا) بفتحِ بابِ حیدری در بحرِ رجز مثمّن سالم: مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

قربانِ نامت یاعلی یاحیدرِ مُشکل کُشا دستِ کرم از آستین برکش بحقِ مصطفےٰ (۱۳۴شعر)

۱۴۔ قصیدہ فی المناقب در بحرِ رمل مثمّن اشتر در ۱۱۹۵ھ نزول یافتہ [تقطیعش:]فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

یا علی شاہ ولایت راز دانِ مُرسلین از برائے اُمّتی بعد از محمدؐ جانشین (۱۱۶ شعر)

۱۵۔ قصیدہ یسمّیٰ (کذا) بہ گلزارِ ولایت فی المناقب در بحرِ ہزج مُثمّن اخرب مکفوف مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن

از روزِ ازل محرمِ اسرارِ علی بود پیش از ہمہ احمدِ مختار، علی بود (۱۱۵ شعر)

قصیدے کے چند آخری شعر:

این طرفہ قصیدہ ست کہ ابیاتِ کلامش — از اوّل و آخر ہمہ بشمار علی بود
گلزارِ ولایت بود اسمش کہ سراپا — مسطور بہر حجّت و تکرار علی بود
کوسِ لمن الملک زند صیت کلامم — ممدوحِ من از فکرتِ اشعار علی بود
دریای محیطے شدہ طبعم ز روانی — اے عشق مرا وسعتِ گفتارِ علی بود

۱۶۔ قصیدہ تین (قصیدتین؟) عجیب البیان و غریب اللسان بصورتِ ذوالفقار مبارک بتایید رحمٰن و استمدادِ ارواحِ طیّب شاہ مردان بروس ممتنع و بُرہانِ قاطعِ سخنوری در عرصۂ ظہور متجلّی گردیدہ۔ چند بیت مثنوی در شرحِ تصریح آں اوّل نگاشتہ تا دقیقہ شناسان از کیفیّتِ آں آگاہ شوند:

این رقیمہ نام دارد ذوالفقار — شد دُرو از عونِ حیدر کارزار

۲۴ شعروں کے بعد عنوان درج ہے: خطاب با ثواب (صواب؟) بہ سایر اہلِ دید و ماہرِ علم و عرفان از آگاہیِ این کلام عجیب البیان

الا [اے] اہلِ دید و علم و ادراک — محبّ اہلِ بیتِ شاہِ لولاک

۱۸ شعروں کے بعد عنوان: در بیان مہر جعفری کہ تعلّق باابیات حمد کہ دریں قصیدہ تین ست ... پھر شرحِ مہرِ جعفری میں ایک صفحے کی نثری عبارت ہے جس میں فال نکالنے اور استخارہ کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس سے قبل کے صفحے پر ۱۴۴ خانے بنے ہوئے ہیں لیکن یہ سادہ رہ گئے ہیں۔ غالباً ان پر ۱۴۴ اسمای الٰہی لکھے جانے تھے لیکن اس کا موقع شاعر کو نہ مل سکا۔ اس کے بعد مطلعِ اولیٰ در بحرِ سریع مسبّب مسدّس۔ تقطیش: مفتعلن مفتعلن فاعلات

حمد سرایم بخدائے کریم — گویم [این] توحید الٰہ الکریم

۱۷۔ قصیدۂ شاعرانہ بروشِ ممتنع الجواب در صنعتِ لفّ و نشرِ مُرتّب در بحرِ ہزج مثمّن سالم۔ تقطیش: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

بود یارت محمدؐ با مسیح و خضر و اِسکندر — یکے کافی یکے شافی یکے حامی یکے یاور (۶۰ شعر)
ممدّت انبیاء و اولیاء و عاشق و عارف — یکے پیدا یکے پنہاں یکے باطن یکے اظہر
بفرق و سینہ و پشت و شکم خواہم رقیبت را — یکے گرز و یکے تیر و یکے تیغ و یکے خنجر
ترا اقبال و دولت جاہ و رفعت تا ابد باشد — یکے مونس یکے خادم یکے ہمدم یکے چاکر

بطبع و دانش و تدبیر و راے عشق می نازد　　یکے دانا یکے مُنصِف یکے عالم یکے سَروَر (۲۴)

۱۸۔ قصیدہ فی النعت در بحرِ رمل مثمّن مخبون مُسبّغ : فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان

آنکہ کن گفت و جہاں را بہ سخن احیا کرد　　شیرِ معنی بنیستانِ سخن پیدا کرد (۱۱ شعر)

۱۹۔ قصیدہ فی الحمد و نعت و مناقب (کذا) در بحرِ رمل مثمّن اشتر : فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

تا ظہورِ ہستیِ کون و مکاں دریافتم　　ہرچہ دیدم صنعتِ اللہ اکبر یافتم (۲۰ شعر)

۲۰۔ قصیدہ و قطعہ بند بروشِ مستانہ و عاشقانہ شگفتہ و دلکُشا در بحرِ متدارک مثمّن سالم :
فعولن فعولن فعولن فعولن

خدارا بمیخانہ مستاں خدارا　　بگویند آن ساقیِ باصفا را (۶۰ شعر)

۲۱۔ قصیدہ مشعر برفعِ مناقشۂ سُنّی و شیعہ و استحقاقِ صراط المستقیم سلوکِ دینِ محمدیؐ
در بحرِ رمل مخبون مقطوع : تقطیعش : فاعلاتن مفاعلن فعلن

ہر کہ با دین دل آشنا نکند　　راضی از خویشتن خدا نکند (۱۵ شعر)

کلّیات میں قصائد ۲۱ ہیں، سب حمد و نعت و منقبت میں ہیں۔ کسی امیر و رئیس کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ملتا۔

ترجیع بند صرف ایک ہے، یہ سات بندوں پر مشتمل ہے۔ عنوان : ترجیع بند (کذا) در مرثیۂ جانگداز جناب مُقدّس سیّد الشّھدا صلّو (کذا) علی نبینا و علی واخی و علیہ واولادہ الطاہرین۔
در بحرِ ہزج مثمّن مقبوض مخبون : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

مُحرّم آمد و برخواست شور واویلا　　قیامتے ست کہ ہر سال می شود پیدا (۶۹ شعر)

اب نوحوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ۱۔ مظلوم حسینا، معصوم حسینا (۱۰ شعر)۔ یہ بعد کو دوسرے قلم سے حاشیے پر درج کیا گیا ہے۔ ۲۔ نوحۂ حضرت امام محمّد قاسم (۱۵ شعر) ۳۔ نوحۂ پسران حضرت مُسلم بن عقیل (۱۶ شعر) ۴۔ نوحۂ حضرتِ علی اکبر (۱۷ شعر)۔ ۵۔ نوحۂ حضرت علی اصغر (۱۷ شعر) ۶۔ غزل فی النعت والمناقب اثنا عشر (کذا) (۹ شعر) در شاجہاں آباد نزول یافتہ ۷۔ روایتِ وقائع کہ در زمانِ موسیٰ علیہ السلام بتقریبِ سیّد الشّھدا اظہار شدہ بود :

روایت ست کہ ہر طور قاضی الحاجات　　چنیں بگفت بموسیٰ علیہم الصلوات (۱۱۶ شعر)

اب صرف اشعار درج ہیں۔ عنوانات لکھنے کے لیے ہر جگہ ایک سطر سادہ چھوڑ دی گئی ہے :

۸۔ روشن جہاں ز پرتوِ جوہر کنند علی — ہر ذرّہ آفتاب منوّر کنند علی (۸ شعر)

۹۔ بکشا گرہ از کارِمن یا حضرتِ مشکل کشا — باش از کرم غمخوارِ من یا حضرتِ مشکل کشا (۷ شعر)

۱۰۔ از مدحِ مرتضیٰ بخدا راہ یافتم — در بیشۂ قلم اسد اللّٰہ یافتم (۲۲ شعر)

۱۱۔ کوسِ مداحی بشان مُرتضیٰ باید زون — پاک باید کرد دل دم باصفا باید زون (۴۰ شعر)

۱۲۔ یا علی واقفِ اسرارِ نہانِ ہمۂ — جانِ من باد نثارِ تو کہ جان ہمۂ (۷ شعر)

۱۳۔ یا ولیِ حضرتِ حق زندہ پیرِ من توئی — یا علی شاہِ ولایت دستگیرِ من توئی (۴۴ شعر)

۱۴۔ علیِ مُرتضیٰ اے خوش لقبی — محرمِ ذاتِ بے نشاں ربّی (۳۶ شعر)

۱۵۔ گردونِ سفلہ پرور با نیزہ در کمین ست — یا مظہر العجائب وقتِ مدد ہمین ست (۴۳ شعر)

۱۶۔ مانندِ ذاتِ عالیِ تو یا شہِ نجف — گوہر برون نیامدہ از کان نہ از صدف (۱۷ شعر)

دیوان میں نوحوں کے بعد قطعات درج ہیں : [ما ۱۰۲ ب]

قطعہ ۱۔ توئی نو گلِ باغِ این بوستاں — منم بلبلِ مست رطب اللسان (۷ شعر)

سات شعروں کا یہ قطعہ کس کے بارے میں لکھا گیا ہے معلوم نہ ہوسکا۔ اپنے عہد کے کسی رئیس سے خطاب ہے شاعر جس کا ہم نشیں تھا۔ آخری چار شعر یہ ہیں :

تو سرداری و صاحبِ جوہری — مداں ہم نشینِ من سرسری

مرا خسروان و رئیساں تمام — لقب کردہ ز انصاف ، شیریں کلام

مرا داد حق دولتِ بے زوال — بود خامہ ام طوطیِ خوش مقال

ترا علمِ مجلس بود گر ہوس — بافصح بیانیِ تکلم برس

قطعہ ۲۔ چار شعروں کا ایک قطعۂ تاریخ نوّاب مظفر جنگ کی خلعت پوشی کے موقع پر لکھا گیا ہے جس کا پہلا مصرع یہ ہے: خان خانانِ مظفرجنگ عالی مرتبت — خلعتے پوشید از امدادِ اللّٰہِ مجید

قطعہ ۳۔ ذیل کا ہجویہ قطعہ خان عبداللّٰہ کی تعمیر کردہ مسجد کے بارے میں ہے (ما ۱۰۵ ب)

خانِ عبداللّٰہِ صاحب توفیق — مردِ اعراقی و خوش آئین ست

خشت دزدے ز مقابر بگرفت — مسجدے ساخت بر آن تحسین ست

بہر یاد آوریش در آفاق — سالِ تاریخِ بنا رنگین ست

گفت ہاتف کہ ز روئے تحقیق — مسجدِ عملۂ دزدی این ست

قطعہ ۴۔ یہ قطعہ کسی مُلّا صالح کے تصنیف کردہ ایک رسالے کے بارے میں ہے (۱۲۰۳ھ)

داشت مُلّا صالح از بس جہل کز روئے ریا — بعدِ رحلت کرد با آں سیّدِ مرحوم کد (۹ شعر)

رفت از بنگالہ در کلکتہ و آنگہ آن عزیز — سعیِ بیجا کرد و ماندہ پائے خود بیروں ز حد

معلوم نہیں یہ سیّدِ مرحوم کون تھے۔ اس قطعے کے کچھ کلمات اور فقرے یہ ہیں:

"ضد بسیّد داشت" "داد ترتیبِ رسالہ" ۔"بود بے املاء و انشاء ، نثرِ نا مربوط" آخری تین شعر یہ ہیں:

شیعہ گفتی خویش را لیکن لسانِ خارجی — مجتہدان آنچہ "بِہ" گفتند آن فرمود "بَد"

بابداں گروید و از نیکاں خصومت مرکرند — چوں خدا و مصطفےٰ و مرتضا یش کردہ

سالِ تاریخِ رسالہ خواستم آمد ندا — ایں مُزخرفہاے باطل از ابو صالح بود

قطعہ ۵۔ یہ محمّد علی مجتہد و فقیہ کی تاریخِ وفات کا قطعہ ہے۔ آخری تین شعر: (۱۲۶۶ھ)

مجتہد و فقیہ بود و خلیق — رسمِ دین شد ز فتویش احیا

عشق می خواست سالِ تاریخش — از درِ پاک ربّی الاعلیٰ

شد ندا از صرادقِ لاہوت — آن ولی بود افضل العلما

قطعہ ۶۔ ایکہ در حُسنِ خُلق یکتائی — ہرچہ گویَم ازاں مُبرّائی

اضطرابم برنگِ سیمابست — گشت مشکل بمن تن آسائی

از جدل چرخ بر نمی گردد — نالہ تن آسائی

طبعم افسردہ بسکہ ایں سفلہ — بستہ لبہائے من ز گویائی

من پئے اشتیاقِ دیدارت — دارم از دستِ خود شکیبائی

ساقیا مشکلِ مرا بکُشا — ہادیِ راہِ دین و دنیائی

بین کہ بد حالِ تنگدستیِ عشق — شعرِ استاد ہم یائی

خانمش کرد نقدِ عمرم صرف — مفلسم ساخت خرجِ بالائی

سخت دل تنگ از خمار ... شیشہ گر بذل من بفرمائی
زندہ می سازی اے شفیق مرا بعنایات و لطفِ مولائی

قطعہ ۷۔ عظیم آباد کے ایک شاعر شاہ ساکن کی ہجو میں: (ورق ۱۰۴ الف)

عشق بنوشت شاہِ ساکن را گلہ آمیز نامہ بے کم و بیش
مقصد این بود کز فضولیہا نتواں کرد مخلصے دل ریش
در سخن گر مجادلہ داری غزلے طرح کن بخواہش خویش
در سوالِ مناظرہ بسخن کینہ بگرفت او بسینہ ریش
آں دم آں کُند طبع دُوں طینت عذرہا کرد و سر فگند بہ پیش
غائبانہ شنفتہ شکوۂ چند از کسان و اعزِ دیں درویش
گفتم او عقربست می دانم کہ بہر سوے می زند سر نیش
بعدِ نُہ ماہ نامۂ بجواب بنوشت او ز طینتِ بد خویش
جست پیکار از منِ مشتاق کرد رسوائے خلق خود را بیش
کس رسانید بر سرِ مجلس نامۂ سفلہ وضعِ آں بد کیش
شکوۂ او شنفتہ در احباب گفت ایں شعرِ عشقِ دُور اندیش
بعدِ نُہ ماہ در عظیم آباد خنثہ زائید ساکنِ بد کیش

قطعہ ۸۔ عظیم آباد کے ایک درویش اور عشق کے مخلص دوست شاہ اعزّ الدّین کی وفات کا قطعۂ تاریخ (جن کا ذکر استطراداً اوپر کے قطعے میں گزرا اور جن کی خوش نویسی اور دوسرے اوصاف پر مشتمل ایک طویل قطعہ کلّیات میں موجود ہے): (ورق ۱۰۵ الف)

بود انسان اعزِّ دیں درویش کش ملک دیدہ دم نواز فاسجد
بود مرد محقّق و عالم بُرد ایماں ازیں جہاں باخود
از تاریخش داخلِ محفلِ محمدؐ شد

قطعہ ۹۔ "سیّد پاک"، "مجتہدِ طریقِ احمد"، "یگانۂ عصر" محمّد علی کی وفات پر لکھا گیا ہے۔ (ورق ۱۰۵ ب)

" داخلِ بزمِ مصطفےٰ گردید " مادّہ تاریخ ہے۔ ان کی وفات پر ایک قطعہ پہلے بھی گزرا

قطعہ ۱۰۔ تہی دست شد آنکہ در ایں جہاں کند خانہ را ہیچ نزدِ کسان (۴۰ شعر)
(ق۔ ۱۰۵ ب)

یہ قطعہ کسی نادار رئیس کی ہجو میں ہے۔ " شاعرِ خستہ حال " نے امیر کی مدح میں ایسا قصیدہ لکھا " کہ نتواں جوابش کند کس رقم "۔ امیر نے " لطفِ کریمانۂ بے حساب " سے عنقریب کرم کرنے کا وعدہ کیا۔ بعد کو بھی وہ ایفائے وعدہ کا یقین دلاتا رہا۔ عطیے کے انتظار میں جب چھے ماہ سے زیادہ مدّت گزر گئی تو شاعر کے لیے ہجو لکھنے کے سوا چارہ نہ تھا کہ " چو شاعر برنجد بگوید ہجا "۔ یہاں کچھ شعر نقل کیے جاتے ہیں :

غنی گر ز شاعر کند زر نہاں مُبدّل ز ہجوش نماید زباں
ز اہلِ زباں کن حذر اے شفیق کہ در عربدہ می نماید فریق
تو نوّابی و نادار اے شفیق نگشتم ازاں در ہجایت غریق
ہمی بود گر جائے من دیگرے ہمی کرد پیدا بہجنت سرے
تو لافِ سخاوت بسے می زدی ولے ممسکی و غبی و ردی
بہ تنگیِ چشمت بود دار و گیر امیرے بظاہر بباطن فقیر
بمطبخ ترا اے امیر ندیم بود یازدہ ماہ روزہ مقیم
توئی ممسک از بس در اہلِ غنا چناں می دہی جاں بدستِ قضا

قطعہ ۱۱۔ غلام احمد آن خانِ سرافراز ز شادی کرد گیتی را مُزیّن
(ق۔ ۱۰۷ الف)
دلم از استماعِ شادیِ او شگفتہ چوں گلِ سیرابِ گلشن
سحرگہ وقتِ سعد از ہاتفِ غیب شدم مستدعیِ تاریخِ روشن
ندا آمد یہ یُمنِ تاجِ اقبال قرانِ زہرہ با ماہست احسن

قطعہ ۱۲۔ مکتوبِ منظوم در صفتِ خوش نویسیِ عالی مزاق (کذا) باتزئین شاہ اعزّ الدّین

ز بعدِ حمد و نعت و وصفِ ابرار بشوقت گشتہ کلکِ من گُہربار
(۱۰۴ شعر)

اس قطعے میں شاہ رکن الدّین (عشق عظیم آبادی) کا ذکر ہے جن سے شاعر چالیس سال سے جب وہ پایۂ تخت دہلی میں تھا، خلوص و محبت رکھتا ہے۔ جب شاعر پٹنہ آیا تو تعلقات

اور بڑھے۔ شاہ رکن الدّین ہی نے شاہ اعزّالدّین کا ان سے ذکر کیا اور ان سے ملنے کا اشتیاق دلایا۔

نخستین شاہ رکن الدّین ممتاز بزمت ساخت از الطاف .....

من از چل سال بودم مُخلصِ آں بپایۂ تخت دہلی از دل و جاں

گزارم چوں بسوئے پٹنہ افتاد بہ فیمابین آمد دوستی باد

اعزّ الدّین امامِ خوش نویساں دہد در قالبِ لفظِ کہن جان

بنوعے حرفِ او باشد خوش اسلوب کہ گویا جلوہ گر دیدارِ محبوب

بعد کے اشعار میں شاعر، شاہ اعزّ الدین کی خوشنویسی کا صد درجہ معترف نظر آتا ہے اور اس کے قلم سے نکلے ہوئے ہر ہر حرف کی تعریف میں "رطب اللسان" نظر آتا ہے۔ وہ ان کے مکتوبہ حروفِ تہجّی کے ہر ہر حرف کی تعریف و توصیف اس طرح کرتا ہے:

صفتِ الف: الف چوں قدِّ خوباں

صفتِ ب: چو معشوقے ببالیں سر نہادہ

صفتِ ت: دو نقطہ کردہٗ بر ت مزیّن چو قطبین ست بر افلاک روشن

صفتِ ث: بخطِّ استوا عقدِ ثریّا نماید خوش نقط بر ث سراپا

صفتِ ج: خم جیم تو دادہ کامرانی مراقب گشتہ در کشفِ معانی

صفتِ ح: تہی دارد شکم چوں زاہدِ پاک

صفتِ خ: چو شاہے کو نہادہ تاج بر سر

صفتِ د: چوں مجنوں خم شدہ در فکر لیلیٰ

صفتِ س: چوں سلکِ گوہرِ دندانِ دلدار

صفت ع: اسد از ہیبتش در لرزہ آمد

صفت ق: بدور خویش پیچیدہ دو عالم

صفت ف: بود فایت چو معشوقِ سر افراز سرے برکردہ از بستر بصد ناز

صفت ل: بود لامِ تو سرتا پا خوش اسلوب برنگِ زلف بر رخسارِ محبوب

صفت ن: چگویم وصف نون و نقطۂ آں بود چوں مردمک در چشمِ خوباں

صفتِ ہاے ہوّز: رقم از ہاے ہوّز گشتہ خُرسند کہ گشتہ جان درونِ حلقہ اش بند

اس طرح شاعر نے شاہ اعزّ الدّین کے نوشتہ سارے حروف تہجّی کی تعریف کی ہے پھر لکھا ہے کہ آپ کے نقطے کی صفت کیا ہے؟ آپ بسم اللہ کس طرح لکھتے ہیں؟ نثر کا فقرہ آپ کے قلم سے کس طرح نکلتا ہے۔ خط کے آخر میں شاعر لکھتا ہے:

غرض اوصافِ خوبی مُجملہ داری ز رنگینیِ معنی نو بہاری
بود وصفِ تو بیش از حدِّ امکاں عنانِ خامہ پیچیدم ز جولاں
شود نادیدہ از دیدار مسرور رقم فرما تسلّی نامہ از دور
چنین بشنفتم از ارباب حالات کہ باشد نامہ ہم نصفِ ملاقات

مکتوب بنام شاہ اعزّ الدّین ان اشعار پر ختم ہوتا ہے:

سلیم الطبع در مُنصِف مزاجاں توئی در پٹنہ اے شاہِ سخن داں
نگین ہائے بلور از پارہ الماس خدا می سازی اے بکرندۂ ناس
سخن کوتہ دعائے خیر انجام روا باشد رقم کردن بانجام
ندارد شرحِ شوقم ہیچ پایاں سلامت باشی اے جانِ مُحبّاں
بکامت مہر و مہ گردندہ بادا فلک فرمان برت چوں بندہ بادا
بعرفانِ دلت توفیر بادا دعائے عشق پُر تاثیر بادا

قطعہ: ۱۶۔ مکتوبِ منظوم بشاہ ساکن ستم ظریف در کل پٹنہ ارقام یافتہ:

الا اے ساکنِ ملک معانی بود نُقرت دلیلِ کامرانی (۱۳۲ شعر)
تو ساکن ہستی و من مردِ راہی گوارا چند داری کم نگاہی
کلامِ طبع زادِ خود بظاہر نہاں در خانہ داری چوں جواہر
خذف (خزف ؟) اندوختی درخانہ بسیار گماں داری کہ من دارم گُہربار

اس کے بعد مرزا زین الدّین عشق، شاہ ساکنؔ عظیم آبادی سے کہتے ہیں کہ بھائی تم نہ عروض جانتے ہو، نہ بحر اور ارکان سے واقف ہو، نہ تمھیں "وتد" معلوم نہ "سبب" کا پتا۔ تم نہ صغریٰ کبریٰ کے فرق سے واقف، نہ تم زحاف سمجھتے ہو نہ محذوف و مکفوف اور نہ مقبوض و اخرب کا تمھیں پتا ہے۔ نہ تمھیں فصاحت و بلاغت سے واسطہ، نہ تم فارسی زبان کی نکتہ

سخنی سے واقف، تم شعر موزوں کر دینے کو کمالِ شاعری سمجھتے ہو۔ دو تین ماہ کے بعد بس ایک غزل کہہ لیتے ہو اور وہ بھی ایسی جو نقائص سے خالی نہیں، کہنہ مشق شاعروں سے آویزش سے تم خلق میں رسوا ہوگے۔ اگر تمھارے سر میں شعر و شاعری کا سودا سما جائے تو ایک طرح مقرّر کر کے شعر کہو اور جس بحر میں شعر موزوں کرو اسی بحر میں تم اچھے شعر نکالو تو ایک بات۔ ایسا نہیں کرسکتے تو نکتہ سنجوں کے سامنے اپنا سر نہ اٹھاؤ۔ تمھارے اشعار کے نقائص نمایاں کر کے تم سے آویزش و تکرار نہیں چاہتا کہ تمھیں ملال ہوگا: مجھے تو میرزا فاخر مکیں نے کہا تھا کہ اگر تمھارا عظیم آباد جانا ہو تو جعفر خاں اور مرزا ساکن سے ملنا، ان سے مل کر تم خوش ہوگے۔ اس شفیق دوست کی خواہش پر میں نے تم سے ملاقات کی اور ملاقات میں بھی پہل کی اور اپنا کلام تمھیں سنایا۔ طریقِ دوستداری کا خیال رکھتے ہوئے جس محفل میں بھی تمھارے شعر سننے کا اتفاق ہوا میں نے کلماتِ تحسین ہی کہے، لیکن ایک دن شاہ اعزّ الدّین مجھ سے بہت تعجب اور اک گونہ حیرت سے کہنے لگے:

کہ اے وقفِ طریقِ آشنائی	دلت خالی ندیدم از صفائی
تو با ہر کس کہ داری ربطِ پنہاں	بہ غیبت یافتم افزوں ثنا خواں
بود عشق تو دار الضربِ شاہی	دلِ منصف دہد بر وے گواہی
سخنہایت برِ ہرکس کشیدم	ازو آوازۂ تحسیں شنیدم
ولیکن شاہ ساکن را دریں باب	مقصّر یافتم دریاب درباب
ز تحسینِ تو اُو پیچید چو مار	ولیکن زہر خندی دادہ اظہار
بگفتم گر غرورش از کمالست	بہ ہم طرحی چرا چوں غنچہ لالست
ندارد آنکہ مقدورِ تکلّم	بہ اغمازش ندارم جز تبسّم

بہرحال مرزا زین الدّین عشق، اپنی نیک سرشت کے مطابق شاہ ساکن کے نام اپنا طویل مکتوب اس دوستانہ مشورے پر ختم کرتے ہیں:

محبّا، مہربانا، نکتہ دانا	شفیقا، راز دانا، خوش زبانا
ملالت موجبے گر دادہ از من	بفرما تا شود بر بندہ روشن
غنیمت می شمارم دوستاں را	اخصّ الخاص اربابِ زباں را

ازیں پس غیرِ شوقِ دید و وادید   بہ از قافم نباشد ہیچ تمہید

غرض اے مہرباں آباد باشی   بہر حالے کہ باشی شاد باشی

توئی در پٹنہ شہر آشوب و قلّاش   درونِ قصبہ ساکن باش جوں شاش

قطعہ ۱۷۔ ایں ابیات در مشاعرۂ عظیم آباد بدیہتہً برای تنبیہِ "ستم ظریفے" بر سرِ مجلس گفتہ زبانِ اعتراض از دخل نوا بربستہ

الا[...] ہرزہ دخلِ کُند ادراک   [...]را نبود ز کج بازاں بدل باک (۲۸ شعر)

عظیم آباد کے ایک مشاعرے میں مرزا ز[...] الدّین عشق اپنے اشعار سُنا رہے تھے [...] میں ایک قافیہ مُرفّع آیا۔ ستم ظریف مرزا ساکن عظیم آبادی شاگرد مرزا فاخر مکین دہلوی ([...] ۱۲۲۱ھ) بھی مشاعرے میں موجود تھے۔ انھوں نے اعتراض کیا کہ "مُرفّع" کے معنی رفع ہونے اور دفع ہونے کے ہیں جو یہاں فحوائے کلام کے مطابق نہیں۔ حاضرین میں ایک صاحب لُغت کی ایک کتاب اٹھا لائے اور انھوں نے دکھایا کہ مُرفّع کا تعلق رفعت سے ہے اور یہاں یہی مقصود ہے۔ مرزا ساکن کے لیے خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ عشق آخر میں لکھتے ہیں:

اگر داری سرے دعویٰ باشعار   سخن سنجیدہ کن بامن بہ تکرار

تو چوں بوزینہ کردی نقلِ انسان   ولے انسانیت از تُست پنہاں

دو سہ دیوان و صرف و نحو خواندی   سرے در اعتراضم بر فشاندی

مزن لافِ سخن بانکتہ سنجان   کہ این اطوار دارد مردِ ناداں

شُتر خود را بلند از جُملہ داند   چو زیرِ کوہ آید پست ماند

فضولی کردی و خِفّت کشیدی   ازیں اوضاع بہبودی ندیدی

بکن توبہ ز دخلِ کج دِگر بار   وگرنہ سازمت زیں بیشتر خوار

قطعہ ۱۸۔ درمیان ورود کل زمین مُرشد و ذکرِ سبقت کردن گرم جوشی خلاصۂ نوعِ انسانی مجمع الکمال حاجی محمّد مُحسن لاثانی و ذکرِ خوش نویسیِ آں خجستہ رقم:

بہ آیینِ سیاحت با دلِ شاد   گزارم عشق در بنگالہ افتاد

تلاشِ اہلِ دل کردم نخستیں   کہ جست وجوے ایں قوم بود دیں

بے مُشتاقِ اہلِ راز بودم ز ہر کس گوش بر آواز بودم
کہ ناگہ خواجہ احسن ، صاحبِ ہوش بر من آمد و گشتم ہم آغوش

خواجہ احسن جو اسم با مسمّیٰ تھے ،عشق سے بڑے تپاک سے ملے اور بولے آپ کا ذکر خیر سنتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا کہ میں اربابِ معانی سے الفت کرتا ہوں اور نکتہ دانوں ہی سے زیادہ تر سروکار رکھتا ہوں۔ آپ عظیم آباد میں مُقیم تھے لیکن احباب آپ کا کلام وہاں سے بطور ارمغان یہاں بھیجتے رہے۔ آپ کے اشعار جو باعث سُرور ہیں پڑھ کر یہاں کے سارے سخنور اور اہلِ معانی آپ کے گرویدہ ہیں اور آپ کی نکتہ دانی و نکتہ سنجی کے معترف۔ یہ سب لوگ آپ کی ملاقات کے مُشتاق ہیں۔ میں آپ سے ملنے کا زیادہ شائق تھا ، اس لیے میں نے پہل کی اور آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوگیا۔

خواجہ احسن نے مزید کہا کہ اِس شہر ڈھاکا میں خلیل ابراہیم جیسے سخندان موجود ہیں جو آپ سے تعلّقِ خاطر رکھتے ہیں ، نواب غالب ہیں جنھیں آپ سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے، مظفر جنگ کے پور ہیں جو شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے ہیں ، خواجہ عبداللہ تائبؔ ہیں جو شعر و شاعری میں منفرد ہیں ، قدرت اللہ درویش ہیں جو فارسی میں تو کم لکھتے ہیں لیکن ریختہ میں خوب شعر کہتے ہیں ۔ ریختہ گویوں میں یہاں سلیم ہیں ، جن کا اہلِ دل کے ساتھ اخلاق عام ہے ۔ دلی ہیں جو ریختہ میں طاق ہیں۔ یہاں مُرشد آباد میں مہاراج دولت رائے اور راجا سنگھ ہیں ، منشی شرافت خاں ہیں کہ دارد با تو الفت از دل و جان " ۔ اور یہاں سخن فہم ، دانائے زمانہ ، صنّاعی میں سرِ یگانہ ، خط نسخ و نستعلیق میں استادِ زمانہ ، حُسنِ خلق میں یکتا و ذی شان ، علم و عمل میں یکتائے زمانہ حاجی محمّد محسن ہیں جو آپ سے ملنے کے بیحد مشتاق ہیں اور آپ سے ملاقات کے لیے آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ عشق نے کہا :

کہ اے مسند نشینِ فقرِ حیدر منم مداحِ آلِ پاکِ صفدر
ملاقاتت ثوابست و سعادت مرا اِقدام باید بے تفاوت
من اوّل می رسم بہر ملاقات مکن تصدیع اے شاہِ خوش اوقات

خواجہ احسن ، میرزا عشق کا پیغام لے کر حاجی محمّد محسن کے پاس گئے ، واپس آتے اور بولے : تشریف لے چلیے ، وہ اور ان کے کچھ احباب جمع ہیں اور آپ سے ملاقات کے مُتمنّی ہیں۔ مرزا عشق ، حاجی محسن کی بزم میں پہنچے ۔ اُنھیں دیکھ کر ، اُن سے باتیں کر کے اور اُن کا

لطف و کرم دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کے فضل و کرم کے قائل ہوگئے۔

سخن کوتہ کہ باشوقِ فراواں ‌ ‌ ‌ مُشرّف گشتم و خُرسند شد جان
نظر وا کردہ دیدم بر جمالش ‌ ‌ ‌ مُسلّم یافتم فضل و کمالش
سراپا محسنِ ہر آرزو مند ‌ ‌ ‌ ز ربِّ کعبہ جانش بود خرسند
منِ وارستہ را از لطفِ بسیار ‌ ‌ ‌ بدام آورد آن شاہِ نکو کار

میرزا عشق آگے لکھتے ہیں:

ضرورم شد کہ شرح این ملاقات ‌ ‌ ‌ مُفصّل ترجمان سازم در ابیات
رقم سازم چناں شرح و بیانش ‌ ‌ ‌ کہ خوانند اہلِ دل این داستانش
مضامینِ غریب آرم بتحریر ‌ ‌ ‌ کہ ندرت ہا کند پیدا بہ تقریر
قلم از نالۂ دل سازم ایجاد ‌ ‌ ‌ مُرکّب از سویدا کردہ بنیاد
حریرِ پردۂ دل صفحہ سازم ‌ ‌ ‌ درو مضمونِ رنگین بر طرازم
مسیحا خامہ را سازم بجولاں ‌ ‌ ‌ دہم در قالبِ لفظ کہن جان
گر اندک آب و رنگش بر طرازم ‌ ‌ ‌ نگارستانِ چین شرمندہ سازم
برنگینی کنم گر قصد آہنگ ‌ ‌ ‌ نہ بیند ہیچ کس بر نقش ارژنگ

اس کے بعد میرزا ۵۲ اشعار میں حاجی محسن کی خوش نویسی کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ ان کے کلک کو "کلکِ سحر پرداز" اور ان کے لکھے ہوئے ہر حرف کو معشوقِ رعنا" اور ان کے قلم کی رفتار کو "خرام آموزِ سیلِ آبِ حیوان" لکھتے ہیں۔ وہ الف سے یا تک ممدوح کے قلم سے نکلے ہوئے ہر حرف کا وصف ایک ایک شعر میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے قلم کا لکھا ہوا:

الف: سروِ نونہالِ باغِ جنت ہے۔
بے: چوشا ہے خفتہ بر تختِ سرافراز
صفتِ ث: نجومِ نقطہ سے عقدِ ثریّا خجل ہے
صفتِ ج: خوبان کا پیچ گیسو
صفتِ ح: شکمِ پیچیدہ چوں اربابِ اسرار

صفتِ خ : نقطہ بر سرِ تاجِ حشمت آگاہ

صفتِ دال : حو حاجی در رکوعِ بیتِ اللہ

صفتِ لام : پیچِ زلفِ معشوق

صفتِ نون : چو دل در سینۂ انسانِ کامل

صفتِ لام الف : چون سیفِ کرّار

صفتِ ہمزہ : زلفِ پُر خمِ جاناں

میرزا، حاجی محسن کو مخاطب کرتے ہوئے قطعہ ختم کرتے ہیں :

معاصر ما و تو بودیم باہم ازیں رو گفتم ایں ابیات، فافہم
ز حُبِ دل رقم کردہ ثنایت زبانی می کشایم در دُعایت
بود با مہر و مہ گرداں در آفاق تو باشی بر خلائق صرفِ اشفاق
جواں مرد و جواں بختی تو اے شاہ مدد گارت بود پیوستہ اللہ

۱۹۔ کلّیاتِ عشق کا یہ آخری قطعہ ہے جو اکیس شعروں پر مشتمل ہے یہ مختصر سا شہر آشوب ہے جو بہت دلچسپ پُر معلومات ہے اور ہر طرح قابلِ مطالعہ ۔ اس سے اس عہد کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ سادہ ورق پر یہ قطعہ بعد کو نقل کیا گیا ہے ۔ اس کی شانِ خط جس خط میں کلّیات لکھا گیا ہے، اس سے مختلف ہے ۔ اس پر کوئی عنوان درج نہیں، اس قطعے کا زمانۂ تحریر، ترتیبِ کلیات کے بعد کا ہے۔ یہ قطعہ ایک سادہ ورق پر لکھا ہوا ہے جو کاتبِ دیوان کے خط سے مختلف ہے۔ یہ غالباً خطِ مصنّف ہے

بلبلِ نغمہ سنجم و گویم گوش دارند عرشیاں بصفیر
گوشِ ابنائے دہر گشت صمیم از نوا گشتہ خاطرم دل گیر
بانگِ زاغاں زبسکہ رائج شد لب بہ بستم چو غنچۂ تصویر
ہمہ پاجی پرست گردیدند چہ امیر و چہ بادشہ چہ وزیر
مطبخِ سرد ایں فسردہ دلاں کرد چیزے نخوردہ از جاں سیر
اہلِ معنی بملکِ ہندستان گشت در چشمِ اعتبار حقیر
ہر کہ در پائے تخت شد وارد قسمتِ او بپا زدہ زنجیر

آنچہ ہمراہ داشت صرفِ نمود | ہمہ در کار خویش بے تاخیر
مثلِ مسجد نماند در کویش | غیرِ ظرفِ گِلی و فرش حصیر
در ہمہ سالی زجور فلک | نرسیدش طعامِ با مزہ سیر
بعد یک فاقہ و دو فاقہ باو | می دہد چرخ نانِ خشک و پنیر
پیشِ دونان ز غیرت اہلِ دل | نبرد حاجتِ قلیل و کثیر
منعمے اندریں خراب آباد | دلِ ویران نمی کند تعمیر
وای بر اہلِ فضل در ایں دور | کہ بشد خستہ دل صغیر و کبیر
الاماں الاماں ازیں دوران | کہ غنی بستہ چشمِ خود ز فقیر
بقرمساق و مضحک و لوطی | شد میسر پلاؤ نانِ خمیر
قحبہ و لوطی و حیل پیشہ | سرفرازند نزدِ شاہ و امیر
شاعر و فاضل و فقیہ کتاب | می فروشد بقیمت جو و سیر
مردِ میدان سپاہی از فاقہ | می کند گرو شمشیر
اغنیای زمانہ دجّال اند | مہدیِ باید از پئے تعزیر
عشق را اے خدا بحفظ و اماں | دار از بہر شبّر و شبیر

اب دیوانِ غزلیات شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر ہر غزل سے پہلے ایک سطری عنوان درج ہے جس میں صراحت کی گئی ہے کہ یہ غزل کس کے تتبع میں لکھی گئی ہے۔ اس کی بحر اور تقطیع بھی درج کی گئی ہے۔ یہاں صرف ان غزلوں کے مطالع (مع تعداد اشعار) درج کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں شاعر نے تصریح کی ہے کہ یہ غزل کس کی فرمایش پر کس زمانے اور کس مشاعرے کے لیے لکھی گئی ہے۔ ان اندراجات کی جو تاریخی اہمیت ہے وہ ظاہر ہے

۱۔ بحر مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن۔ حسب الاستدعاے (؟) مرزا مظہر جانجاناں

باز بدل شکستہ ام آہ بلب رسیدہ را | چارہ بگو چساں کنم رنگ رخِ پریدہ را (۲ شعر)

۲۔ در بحرِ ہزج مثمّن سالم حسب الارشاد عموی صاحب فقیر احمد خاں مرحوم۔ مفاعلن ۴ بار

چناں در بزمِ ساقی میکشی باشد ہوس مارا   کہ ما کس را ندانیم از سیہ مستی نہ کس مارا (۱۰شعر)

۳۔ ایضاً در ہمین بحرِ [رمل مثمن اشتر ۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن] غزلِ عاشقانہ در تتبع صائب ۱۱۶۵ء

بادہ از خود کے تواند برد ہشیارِ ترا   خوابِ غافل کے تواند کرد بیدارِ ترا (۸ شعر)

روحِ فردوسی و صائب عشق می باید بہ وجد   گر برم در اصفہان و طوس اشعارِ ترا

۴۔ ایضاً دریں بحرِ [ہزج اخرب مکفوف محذوف ۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن] غزل محققانہ در ۱۱۶۰ء شرفِ نزول یافتہ

مدتے شد بر درِ میخانہ دارم التجا   مرحبا ساقی ز دردِ مے دل و جان کن صفا (۰شعر)

۵۔ ایضاً درین بحر غزلِ عاشقانہ در تتبع فرح اللہ عرب نزول یافتہ ۱۱۵۵ھ

از تعلق کرد فزوں وارستہ را   وحشت از دام و قفس افزودہ صید بستہ را (۰شعر)

۶۔ غزل عاشقانہ در بحر ہزج مثمن سالم ۔ مفاعلن ۴ بار دریک مصرع ۱۱۵۰ھ

نگاہِ عاطفت باشد جزائے جانفشانیہا   دریغ از ما مکن اے بندہ پرور مہربانیہا (۰شعر)

۷۔ غزلِ عاشقانہ در بحرِ ہزج اخرب ۔ مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن ۱۱۴۰ھ

چشمانِ تو در قتلم دارند شتابیہا   بگرفتہ سرِ راہم بدست شرابیہا

۸۔ غزل رواں عاشقانہ در بحرِ رجز مثمن سالم مستفعلن ۴ بار ۱۱۶۱ھ

جانان بجانم ساعتے دور از تو باشد سالہا   می میرم از زین پیشتر جائز کنِ اعمالہا (۸شعر)

۹۔ ایں غزل در صفتِ عاشق شدنِ معشوق بحسب الاستدعاے (؟) عاشق عارف باتمکین و شیخ الشیوخ باتزیین شاہ رکن الدین عشق سلمہ نزول یافتہ ۱۱۹۵ھ

عاشقِ چوں خوں شدہ گردیدۂ مفتوں چرا   سوسنی کردی زسیلے چہرۂ گلگوں چرا (۱۰شعر)

۱۰۔ در مقصود آباد طرحی مشاعرۂ خانِ ذیشان علی ابراہیم خلیل ورود یافتہ ۱۱۹۴ھ

برچیدہ ز دندان دُرِ شہوارِ تمنا   بکشادہ ز لبہا سرِ بازارِ تمنا (۱۱شعر)

۱۱۔ ایں غزل در مشاعرۂ عموی صاحب محمد قباد خاں احمد مرحوم در شاجہاں (آباد) در عصر محمد شاہ فردوس آرامگاہ در بحرِ رمل ۱۱۳۶ھ

خوشانہ دلِ شدہ صد چاک از ہوس مارا نشد ہنوز بزلفِ تو دسترس مارا (۱۰شعر)

۱۲۔ غزل در بحرِ ہزج مسدّس اخرب سالم ۔ مفعول مفاعیلن مفاعیلن ۔ ایں بحر عجیب و غریب ست ۔ مشّاقان از سبب دشواریِ نشست ارکان نپر داختہ اند رُتبۂ فصاحت دراں سرفراز ماندن دشوار نیست

آن چشمِ تو جامِ مرگ قربانہا مژگانِ تو دستہ دستہ پیکانہا

۱۳۔ ایں غزل در تتبعّ غزلِ شہر آشوب مرزا صائب علیہ الرحمۃ بہ محفلِ نواب اسد اللہ خاں غالب نزول یافتہ ۱۱۹۴ھ

نماند گر بہ بزمِ من شرابِ روشنِ مینا رسانم ہمچوے خونِ جگر تا گردنِ مینا (۱۱شعر)

۱۴۔ غزل عاشقانہ ایجادی در مرشد آباد نزول یافتہ ۱۱۹۴ھ

آنکہ مثلِ مہر روشن کرد ادراکِ مرا داد صافی مثلِ گوہر طینتِ پاکِ مرا (۷شعر)

۱۵۔ غزل عاشقانہ بحسبِ تمنّائے خلف الرشید میر یعقوب علی جوہر، در کلکتہ نزول یافتہ ۱۱۹۰ھ

پاک جوہر از نگاہِ پاک در یابد مرا نیستم آنکس کہ در خاشاک در یابد مرا (۹)

۱۶۔ ایں غزل ... در مشاعرۂ خلاصۂ نوعِ انسانی علی ابراہیم خاں خلیل وِرود یافتہ ۱۱۹۰ھ

ثُر ز حق بدعا ہاے صبح گاہ طلب تزرعے (تضرعے ؟) کن و مقصود از الٰہ طلب

(۱۴شعر)

۱۷۔ غزل شہر آشوب عاشقانہ انصاف طلب در تتبعّ خواجہ آصفی در عظیم آباد بحسب و مایتِ عارف عاشق باتزیین شاہ رکن الدّین عشق سلمہٗ ... وِرود یافتہ ۱۱۹۱ھ

نالہ از بسکہ کشیدم بغمت شب ہمہ شب لرزہ افتاد بجان فلک .... شب ہمہ شب (۹شعر)

۱۸۔ در تتبع صائب در مشاعرہ قبلۂ کونین محمّد قباد خاں احمد مرحوم ۱۱۴۶ھ

چو خط دمید برویش عذار را دریاب ز سبزہ رونقِ فصلِ بہار[۱] دریاب (۹شعر)

۱۹۔ ... در مشاعرۂ عموی محمّد قباد خاں احمد در عصر سلطنت محمّد شاہ در شاجہاں آباد ۱۱۴۶ھ شرفِ نزول یافتہ

آنکہ سر حلقۂ خوبانِ پری رخسار ست ہمہ خوبست ولے عہد شکن بسیار (۲۰) ست (۱۴شعر)

۲۰۔ غزلِ پُرکار در صحبتِ نوّاب محبّت خاں بہادر در بریلی وِرود یافتہ ۱۱۸۵ھ

مہربانیہای جاناں گاہ ہست و گاہ نیست   [   ] نمایاں گاہ ہست گاہ نیست (۱۱شعر)

۲۱۔ غزل در تتبع جمہور شعرائے مسلّم الثبوت در مشاعرہ عموی محمّد قباد خاں احمد ۱۱۵۲ھ

در ہمہ خوبان بخوبی آن بتِ رعنا یکے ست   افزاں بسیار خورشید جہاں آرا یکے ست (۲۸شعر)

۲۲۔ در سہرند باستدعاے موزونانِ آں دیار گفتہ شد ۱۱۶۸ھ

ترک چشمش بخون فشانیہا ست   غمزہ سرگرم ہمعنانیہا ست (۱۳شعر)

۲۳۔ غزل در مشاعرہ عموی محمّد قباد خان احمد طرح شدہ بود ۱۱۶۲ھ

جان از لب او غیر نمکیدن نتوان یافت   لذّت ز شکر جز نچشیدن نتوان یافت

۲۴۔ غزل در مشاعرۂ عظیم آباد طرح شدہ بود

دامنِ تر بزہر نایاب است   جاے پاکست و عالمِ آبست

۲۵۔ ایں غزل نیز طرحی مشاعرہ شعرائے عظیم آباد است ۱۱۹۳ھ

سوختن کار خار من ست   شعلۂ برق نوبہار من است (۱۱شعر)

۲۶۔ غزل در عظیم آباد حسب الاستدعاے خادم حسین خاں (خادم حسین خادم عظیم آبادی)

مست نازست ناز و بے پروا ست   فتنہ از شور حسن او برپاست (۱۲شعر)

۲۷۔ غزل طرحی مشاعرۂ عظیم آباد ۱۱۹۴ھ

بشگفت غنچہ چاک گریبانم آرزو ست   جوشید بادہ بزمِ حریفانم آرزو ست (۱۱ شعر)

۲۸۔ در عظیم آباد طرح نمودہ شد ۱۱۹۲ھ

دیار و قلعہ و گنجینہ از شہاں باقیست   زمن ہمین سخنِ چند در جہاں باقیست (۹ شعر)

۲۹۔ غزل عاشقانہ طرحی مشاعرۂ شاہجہاں آباد ۱۱۴۱ھ

چشمت بغمزہ شوکت شاہی گرفتہ است   نازت رہم چو مرد سپاہی گرفتہ است (۷ شعر)

۳۰۔ غزل طرحی مشاعرۂ پاے تخت دہلی ۱۱۶۷ھ

در خراباتِ مغاں عمرم بمیخواری گزشت   فورِ مستی از سما در نالہ و زاری گزشت (۱۱ شعر)

۳۱۔ غزل بحسب الاستدعاے ممتحن الشعر پاے تخت دہلی نزول یافتہ

رنگِ رخسار تو و نو گلِ تر ہر دو یکے ست   نفسِ سردِ من و بادِ سحر ہر دو یکے ست (۵ شعر)

۳۲۔ ایں غزل حسب الاستدعاے سعید اللہ خاں عاشق در عظیم آباد نزول یافتہ

یار در جلوہ محوِ یکتائی ست خود تماشا و خود تماشائی ست (۱۲ شعر)

۳۳۔ غزل بحسب الاستدعا شاہ عاشق مرحوم در عظیم آباد نزول یافتہ

ابرو کماں بہ بُت کہ بچشم آشیانہ ساخت برکردہ ناوکِ مژہ دل را نشانہ ساخت (۹ شعر)

۳۴۔ در مُرشد آباد بمجلسِ راجا دولت راے این غزل بر غزلِ مشہور نعیمی بر سرِ مجلس بدیہۃً نزول یافتہ

جان و دلم ربود و ادا را بہانہ ساخت خاکم بباد داد و صبا را بہانہ ساخت (۱۱ شعر)

یہ مطالعہ ردیف تا کی غزلوں پر ختم کیا جاتا ہے ورنہ ردیف یا تک تو سینکڑوں غزلیں کلّیات میں ہوں گی۔

غزلیات کا سلسلہ کلّیات کے پیش نظر نسخے کی جس غزل پر ختم ہوتا ہے اس کا مطلع ہے:

شنج ست و حیل نوشی باہم و غم دردے ؟ ہر شہرے و ہر رہے ہر کارے و ہر مردے

آخری شعر یہ ہے:

داغے کہ بکشتِ دل خرمن بکشید ار سر چوں دانہ سر اشکِ من اے عشق بہ ہر دردے

اگلے صفحے کی غزل کاتب دیوان [illegible]

بگفتا کیست عشق بے سروپا گفتم اے ظالم غریبے عاجزے مسکینِ محزون و دعا گوے

اس کے بعد کے صفحے سے مخمّسات شروع ہوتے ہیں جو سارے کے سارے مناقبِ علی میں ہیں۔

۱۔ مخمّس در تتبّعِ غزلِ خواجہ حافظ در بحرِ مضارع مثمّن اخرب مکفوف مقطوع فی المناقبِ مرتضوی مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔ حافظ کی مندرجۂ ذیل غزل پر تخمیس کی گئی ہے:

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم یعنی غلامِ شاہم و سوگند می خورم (۶ شعر)

یہ تعداد میں دس ہیں۔ آخری مخمّس طغرا کے تتبّع میں اس کے مشہور شعر:

گر فیضِ عام بذل سراسر کند علی ہر ذرّہ آفتابِ منوّر کند علی

—— کی تخمیس میں ہے۔

یہ عشق کا سب سے طویل مُخمّس ہے اور ۹، بند پر مشتمل ہے اور فنّی اعتبار سے سب مُخمّسوں پر فوقیت رکھتا ہے: یہاں پہلا اور آخری بند نقل کیا جاتا ہے:

از حکمِ حق مدد بہ پیمبر کند علی　　اجرائے دین ز تیغ دو پیکر کند علی
اجرامِ کائنات مُسخّر کند علی　　روشن جہاں ز پرتوِ جوہر کند علی
ہر ذرّہ آفتابِ مُنوّر کند علی

در راہِ الفقش زدہ جان از ازل قدم　　وِرد زبانست و نام مُعلّاش دمبدم
در شوقِ آن جناب کشیدم سر از عدم　　سایم کلہ بعرش کرا اے عشق ...
منظور در غلامیِ قنبر کند علی

مُخمّسات کے بعد کلّیات میں رباعیات ہیں جو ۸۸ صفحات پر محیط ہیں۔ رباعیات کی، جن میں کچھ قطعات بھی شامل ہیں، تعداد ۳۰۹ ہے۔ بعد کو ۱۳ رباعیات اور ۱۱ قطعات حاشیے پر اضافہ کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں بطور تمہید دو صفحوں کی نثری تحریر ہے جس میں مرزا عشق لکھتے ہیں کہ میں نے علمِ عروض کے مُتعدّد رسالے دیکھے لیکن مجھے " ماہیتِ تعدادِ اوزان کماحقہٗ رباعی " کسی میں نہیں ملی۔ ایران کے بعض فضلاء کی صحبت سے معلوم ہوا کہ رباعی کے اوزان کا استعمال شعرائے عرب کے یہاں نہیں ملتا۔ رباعی شعرائے عجم کی اختراع ہے۔ مولانا جامی نے بطریقِ یادگار ۲۴ اوزان دو شجروں اخرب اور اخرم میں لکھے اور ہر تقطیع میں اپنا ایک مصرع لکھ کر پیش کیا ہے۔ خاکسار نے ہر بحر کا نام مطابق قاعدۂ عروضیان اس دیوان میں رقم کیا ہے اور مولانا جامی کے بنائے ہوئے ۲۴ اوزان رباعی میں ہر تقطیع میں رباعی مکمل بزبان فارسی و زبان ہندی اُرددی معلّائی پائے تخت شاہ جہاں آباد " میں لکھی ہے۔ اس کے بعد شاعر نے اپنی رباعیاں درج کی ہیں، ساتھ ہی ساتھ اس کی بحر بتائی ہے اور اس کی تقطیع لکھی ہے۔ پہلی رباعی یہ ہے:

آراستہ بر طبق ز مولائیِ تُست　　درکارِ جہاں ز کار فرمائیِ تُست
برتر ز قیاس ما توانائیِ تُست　　پیدائشِ ما دلیلِ پیدائیِ تُست

حمد و نعت میں متعدد رباعیات ہیں۔ یہاں دو درج کی جاتی ہیں:

ذاتے کہ عروج در مرائیِ اوست　　نورِ بصرم ز نورِ بینائیِ اوست

برتر ز قیاس و علم و دانائی اوست　　موجود بهر وجود یکتائی اوست

اے فخرِ رُسل ترا ز حق شد معراج　　نُہ چرخ نمود خاکپایت سرتاج
در ظلِّ لوائے تُست عالم آباد　　بر درگہِ عالیِ تو آدم محتاج

حمد و نعت کے بعد چار رباعیاں، چاروں خلفائے راشدین کی منقبت میں ہیں:

صدیق بصدقِ خود رسا تحقیق ست　　ہم بزمِ نبی و صاحبِ تصدیق ست
آن بادہ کہ در خُمِ نبوت جوشید　　صافش بہ ایاغِ حضرتِ صدیق ست

از ہر کہ دلت درین زماں می لرزد　　او نامِ عمر بگیر کاں می لرزد
آن صاحبِ عدل و داد فاروق آمد　　کز دُرّۂ عدلِ او جہاں می لرزد

سر منشہ بہ دفترِ حیا عثمانست　　سر خیلِ فریق بے ریا عثمانست
قرآن کہ دلیلِ اصفیا شد در دہر　　جامع بنگر کہ　　عثمانست

بیرونِ وجود کل علی است علی　　بادیِ ہمہ سُبُل علی است علی
شاہنشۂ کشورِ ولایت بخدا　　از بانگِ دف و دہل علی است علی

اور ایک　　قطعے　　میں ان چاروں خلفاء کی منقبت آ گئی ہے:

صدقِ صدّیق چراغِ رہِ دینم بادا　　عدلِ فاروق مددگار و معینم بادا
آن حیای کہ بعثمانست قرینم بادا　　اسد اللہ وصی است یقینم بادا

اگلی رباعی میں

انجامِ رسالت از صفی شد بہ نبی　　سرّیست ز روی اخبارِ خفی
درباب کہ گفتم از مثل بر تو جلی　　شد ختم خلافتِ محمّد بعلی

مُتعدّد رباعیوں پر صاد کا نشان ہے جو بظاہر مُصنّف کے قلم سے ہے اور ان کی پسندیدہ رباعیوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ ان میں سے ایک یہاں نقل کی جاتی ہے۔

رخشندہ کلاہ و نے کمر می خواہم
از دورِ فلک نہ تاجِ زر می خواہم
از اوّلِ شام تا سحر می خواہم
اے ماہِ تمامِ من شبِ وصل ترا

حاشیے میں رباعیوں کے سامنے کہیں کہیں فی المنقبت ، فی المناقب ، فی المناقب سیّد الشہداء (؟) فی المناجات ، مناقبِ عیدِ غدیر ، مناقبِ رمضان المبارک ، درشانِ ربوبیت ، درشانِ ائمہ اثنا عشر لکھا ہوا ہے اور کہیں کہیں رباعیوں کے سامنے عاشقانہ ، مستانہ ، عارفانہ ، موحدانہ ، محققانہ ، عاشقانہ انداز ، عاشقانہ حریفانہ ، عاشقانہ صوفیانہ ، حریفانہ ، قلندرانہ ، سالکانہ لکھا ہوا ملتا ہے۔

عشق کی کچھ رباعیات یہاں درج کی جاتی ہیں :

ساداتِ کرام خستہ حالند و تباہ
دارند اراذلان جاہ
دجّال وشاں محیط گشتند بدہر
خواہم ز جنابِ صاحبِ امر پناہ

موزونیِ نالہ رسا می جویم
کاں مثلِ سناں خلیدہ در پہلویم
دعوای کمال نیست در دل واللہ
من شعر برای دردِ دل می گویم

گہ بیخود و گہ مست و گہے ہشیارم
گہ سُستم و گہ چُست و گہے طرّارم
پیوستہ بزلفِ یار باشد کارم
دیوانہ ام و بکارِ خود ہشیارم

آمد صنمے بہ بُت پرستی ناگاہ
صد گونہ حیا و ناز و تمکین آگاہ
چوں برہمناں بُتاں سجودش کردند
کافر چو بدید گفت اللہ اللہ

دی مستِ قدح گشتہ نشستم در راہ
با دلبرِ مے نوش بُتے بہ از ماہ
زاہد چو گزر کرد بگفتم اے عشق
لاحول و لاقوۃ الّا باللہ

ابروے کجش خنجر بیداد کشید
زخمے دلِ من خوردہ بخوں ناب طپید
از غیب در آں لحظہ چنیں مژدہ رسید
مَنْ مَاتَ مِنَ العِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَہِید

بگرفت از رُخ نقاب و گردیده بروں　　بستان ده ز دل علامتِ صبر و سکون
او نازاں شد بناز و من محوِ نیاز　　کُلٌ حزبٍ بما لدیہم فرحُونْ

آخری رباعی یہ ہے

چوں گشتم منِ خستہ گرفتارِ دل　　می کردم ہر لحظہ نپئے کارِ دل
تا جانم بہ رسیدہ ز یارش خیر ؟　　اورا ہم ز جا بُردہ غمِ یارِ دل

اس کے بعد نثر کی ایک سطر ہے "بعنایتِ بندہ نوازی چارہ ساز بے انبار دوازدہ تقطیع شجرہ اخرم" اور اسی سطر پر یہ موجودہ نسخہ تمام ہوجاتا ہے۔
بظاہر ورق دو ورق یا کچھ اوراق یہاں سے غائب ہوگئے ہیں۔

دیوان عشق جو دراصل کلّیات عشق ہے ، خاصا ضخیم ہے۔ یہ تقریباً سارے اصناف سخن پر مشتمل ہے ۔ پیش نظر مضمون کا مقصد بارہویں صدی ہجری کے ایک نسبتہً غیر معروف فارسی شاعر کا جس کے ساتھ تذکرہ نویسوں نے خاصی بے اعتنائی برتی ہے ، تعارف تھا اور اس کے مجموعۂ کلام کو جس کے مشمولات ہر طرح قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں ، روشنی میں لانا تھا جو دو صدیوں سے انگلستان کے علمی و ادبی نہیں بلکہ ایک تجارتی شہر کے کتب خانے کی تاریکی میں پڑا تھا۔ اگر اس وقت کے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز جنھیں کلکتے میں ۱۷۸۵ء میں خود شاعر نے یہ نسخہ پیش کیا تھا ، اس قیمتی تحفے کو مانچسٹر کے بجائے لندن کے برٹش میوزیم ، انڈیا آفس یا اوکسفورڈ کی باڈلیان لائبریری میں محفوظ کر دیتے تو یقین ہے کہ اس نسخے پر ہندوستان پاکستان کے کسی صاحب ذوق کی نظر پڑتی اور فارسی و اردو دنیا کو اس پر بہت پہلے اطلاع مل جاتی ۔ مانچسٹر میں اگر اس پر کسی کی نظر پڑی بھی ہو جس کا اب تک کوئی ثبوت نہیں ملا تو اس دیوان کی ضخامت (جہازی تقطیع پر کوئی ۱۴۰۰ صفحات) اس سے دلچسپی لینے میں مانع ہوئی ہوگی۔

میں آج سے کوئی نصف صدی پہلے (۱۹۵۳ء - ۱۹۵۶ء) میں اوکسفورڈ یونی ورسٹی میں پروفیسر سر ہملٹن گِب کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کے لیے چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی کے اوائل کے ایک شامی مصنف و شاعر مسلم بن محمود الشیزری کی ایک کتاب جمہرۃ الاسلام ذات النثر والنظام کے ایسے مخطوطے پر کام کر رہا تھا جس کا عالم میں صرف ایک ہی نسخہ ہے جو لائیڈن یونیورسٹی لائبریری (ہولینڈ) میں محفوظ ہے۔ یہ آغاز اسلام سے چھٹی صدی ہجری تک کی لکھی ہوئی سو تحریرات نظم و نثر کا بڑا قیمتی مجموعہ ہے۔ ایسے متعدّد نادر و نایاب نظم و نثر کے نمونے شامل ہیں جو قدیم و جدید مراجع و مصادر میں نہیں ملتے۔ مثال کے طور پر حضرت علی بن ابی طالب کے خطبات (جو نہج البلاغۃ یا کسی مصدر میں نہیں ملتے) ، رسائل المعرّی (جو مارگولیتھ اور فاضل معاصر الاستاذ عبدالکریم خلیفہ کے مرتب کردہ لندن اور عمان والے اڈیشنوں میں موجود نہیں ، خطبۂ واصل بن عطا جو الاستاذ عبدالسلام ہارون کے شائع کردہ خطبے سے بالکل مختلف ہے۔ رسالۃ القلم و الدّواۃ از ابن قتیبۃ (اس کا ابن قتیبۃ کی تصانیف میں پتا نہیں چلتا) ان کے علاوہ القاضی الفاضل ، ابن ابی الشخباء ، علی بن وشاح ، قابوس بن

دشمگیر، نشوان الحمیری، شریف الرضی، عبدالعزیز بن یوسف، وزیر المحلبی اور الصابی کی نایاب تحریرات نثر جن کے اصل مصادر بظاہر حملۂ ہلاکو میں غارت ہوئے اور جو بچے وہ مفقود ہوگئے۔

منظومات میں دیک الجن، الملک المعز اسماعیل، الرقاشی، الواسانی، علی بن ہشام، ابن الکیزانی، ابزون العمانی، ابن البتاریہ اور ابن منیر الطرابلسی کی تخلیقات جن کے متون کسی ماخذ میں مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

جو لوگ پروفیسر گِب سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ ایک مشکل پسند اور بڑے سخت قسم کے نگراں تھے، آسانی سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ میں صرف عربی کے مطبوعہ مصادر پر اکتفا نہ کروں، غیر مطبوعہ مراجع کا ضرور مطالعہ کروں اور صرف انگلستان ہی نہیں بلکہ یورپ کے ان ملکوں کے کتب خانے بھی دیکھوں جہاں عربی مخطوطات محفوظ ہیں۔ ان کا اچانک ہارورڈ جانا ہوگیا ورنہ وہ مجھے ڈبلن (آئرلینڈ) بھی ضرور بھیجتے جہاں چیسٹر بیٹی کا نایاب ذخیرہ مخطوطات ہے اور جس کا وہ کئی بار مجھ سے ذکر کرچکے تھے۔

جمہرۃ کے مشمولات کی علمی و تحقیقی تحلیل اور متون کی تصحیح کے لیے گذشتہ چھے صدیوں کی اہم عربی تصانیف کا مطالعہ ناگزیر ہوگیا۔ ان میں مطبوعات بھی تھیں اور مخطوطات بھی۔ ان کے مطالعے کے لیے ہولینڈ، جرمنی اور فرانس کے کتب خانوں میں جانا ہوا اور انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے تو سارے مشہور کتب خانوں کے ساتھ ساتھ متعدد کالجوں کے قلمی ذخیروں کے دیکھنے کے بھی مواقع نصیب ہوئے۔ تذکرۂ صدرالدین آزردہ دہلوی کیمبرج کے کورپس کرسٹی کالج میں، دیوان نعیم دہلوی اور دیوان آبرو کنگس کالج میں، تذکرۂ حیدری اوکسفورڈ کے انڈین انسٹی ٹیوٹ میں اور فضلی کی کربل کتھا برلن سے بہت دور ٹیوبنگن لائبریری میں نہیں، اس کے ایک کمرے میں رکھی ہوئی مجھے ملی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد برلن کا پورا ذخیرہ ماربرگ اور ٹیوبنگن سے واپس برلن بھیج دیا گیا۔ تذکرۂ طبقاتِ سخن وہیں دیکھنے کا موقع ملا اور تذکرۂ ریاض الوفاق مؤلفہ ذوالفقار علی مست کا نسخہ منحصر بفرد کی نقل بھی میں نے وہیں بیٹھ کر تیار کی۔

مانچسٹر میں ۱۹۵۵ء میں پہنچا۔ وہاں میرا قیام صرف تین دنوں کے لیے تھا، پھر اور مقامات سے ہوتے ہوئے اڈنبرا پہنچنا تھا۔ ان تین دنوں میں یونیورسٹی کے عربی و فارسی و اسلامیات کے مشہور علما و محققین سے ملنا بھی میرے پروگرام میں شامل تھا اور جون ریلینڈ لائبریری کے نفائس و مخطوطات و نوادر دیکھنا بھی۔ اوکسفورڈ کے زیر تحریر مقالۂ علمیہ کے

سلسلے میں مواد کی تلاش و حصول کے بعد جو وقت ملا وہ وہاں کی اردو فارسی کی قلمی کتابوں کے مطالعے میں صرف کیا۔ جو تعداد میں ۴۸ تھیں۔ ان میں سے ۲۰ مخطوطات پر میں نے مختصر نوٹس لکھے تھے جو بعد کو قاضی عبدالودود صاحب کو بھیج دیے جنھوں نے اسے رسالۂ معاصر حصہ دہم (اگست ۱۹۵۰ء) میں کتاب خانۂ مانچسٹر کے بعض مخطوطات " کے عنوان سے شائع کر دیا۔ دیوانِ عشق کے بارے میں میں نے یہ سطریں اس وقت لکھی تھیں:

کلیات مرزا زین الدین خاں عشق دہلوی ۔ یہ بڑی تقطیع پر ۱۳۹۰ اوراق (صفحات ہونا چاہیے) کا بہت ضخیم کلیات ہے ۔ یہ نسخہ خود مصنف نے وارن ہیسٹنگ گورنر جنرل کو پیش کیا تھا جیسا کہ سر ولیم جونس کی تحریر سے جو اس نسخے پر ثبت ہے، معلوم ہوتا ہے ۔ ایک بہت دلچسپ بات یہ ہے کہ تقریباً ہر غزل کی ابتداء میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس موقع پر کب اور کس مشاعرے کے لیے یہ غزل لکھی گئی ہے۔

ایک غزل میں " صبح گاہ طلب " (ورق ۱۹۲ ۔ الف) اس کے متعلق لکھا ہے : " در مشاعرہ نواب علی ابراہیم خاں خلیل ۱۱۹۵ھ " ایک غزل جس کی ردیف " ہمہ شب " ہے اس کے متعلق یہ صراحت موجود ہے : " غزل ہمہ شب " در عظیم آباد بحسب فرمایش شاہ رکن الدین سلمہ در ۱۱۹۱ھ (ورق ۱۹۲ ب) ۔ علی ابراہیم خاں، تذکرۂ گلزار ابراہیم کے مؤلف ہیں اور شاہ رکن الدین سے ان کی مراد حضرتِ عشق عظیم آبادی ہیں۔ اسی طرح عظیم آباد، دہلی اور دوسرے مقامات کے بہت سے مشاعروں کے متعلق اطلاعیں ملتی ہیں۔ اس کلیات پر کبھی کام کیا گیا تو بہت سے نئے معلومات حاصل ہوسکتے ہیں " ۔

وارن ہیسٹنگ منفرد نہیں ہیں جنھوں نے " دیوانِ عشق " کا نسخہ اس کتب خانے کی نذر کیا، غالب کے ممدوح کرنل ہملٹن کے کتب خانے کی متعدد کتابیں جون ریلینڈ لائبریری میں موجود ہیں۔ یا تو اس نے خود اس کتب خانے کو پیش کیں یا اس کے اعزّہ نے بھجوائیں ۔

۱) دیوان حشمت: زمانۂ کتابت تقریباً ۱۷۵۰ء اوراق ۴۳ ۔ ہملٹن کے کتاب خانے میں اس کا نمبر ۵۳۸ تھا۔ (فارسی : ۶۲۱)

۲) نکات غالب : مصنفہ مرزا غالب دہلوی صفحات ۱۹ سطور ۱۷ (فارسی ۶۱۴) اس نسخے پر اغلاط کی تصحیح کاتب نسخہ نہیں کسی اور کے قلم سے ہے۔ ممکن ہے خود مرزا کے قلم

کے تصحیحات ہوں۔ عجب نہیں کہ خود مرزا نے تصحیح کرکے یہ نسخہ ہملٹن کو بھیجا ہو۔

۳) قصیدہ در مدح ملکہ انگلستان و ہندستان مصنفہ مرزا غالب (فارسی ۶۱۳)۔ سرورق میں یہ عبارت درج ہے: "قصیدہ برگزیدہ در مدح .. (ملکۂ معظّمہ انگلستان خلّد اللہ ملکہ (کذا) بالعدل والاحسان"۔ قصیدے کے بعد "دستنبو" شروع ہوجاتی ہے۔ اس نسخے میں بھی ترمیمیں اور اصلاحیں ہیں اور غالباً بخطِ غالب۔

۴) دیوان ولی (ہندستانی ۲۰) سلیمان جاہ اور ہملٹن کے کتب خانوں میں یہ نسخہ رہ چکا ہے۔ مکتوبہ میر نیاز علی ۲۸ محرم ۱۲۲۳ھ

۵) کلّیات جرأت (ہندستانی ۲۵) مکتوبہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۲۴۶ھ۔ ان کے علاوہ بھی ہملٹن کے کتب خانے کی کتابیں یہاں ہیں۔

مانچسٹر میں قلّتِ وقت اور عربی مخطوطات کے مطالعے کی وجہ سے عشق کے اس فارسی دیوان کی طرف زیادہ توجہ کا موقع نہیں مل سکا۔ لیکن اپریل ۱۹۵۶ء میں یورپ سے واپسی کے بعد سے اب تک ایک عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس کے خیال سے غافل نہیں رہا اور مختلف زمانوں میں اس کی مائکرو فلم یا عکس کے حصول کی کوشش میں لگا رہا۔ کبھی مولانا آزاد لائبریری کے اربابِ حلّ و عقد کو متوجہ کرتا رہا۔ کبھی کتب خانۂ خدا بخش کے ڈائرکٹر کو لکھتا رہا۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے اس حد تک تعاون کیا کہ فوراً لکھا کتاب کا عکس آپ اپنے طور پر منگوا کر یہاں بھیج دیں، اجرت ادا کر دی جائے گی۔ یہ کسی وجہ سے ممکن نہ ہوسکا۔ (اجرت عکس و اجرت برید میں کوئی بیس ہزار کا خرچ بتایا گیا تھا)۔ ڈاکٹر معین الدّین عقیل (کراچی یونیورسٹی) ٹوکیو یونیورسٹی میں اردو کے استاد زائر کی حیثیت سے آئے ہوئے ہیں اور تقریباً ہر سال مخطوطات و نادر مطبوعات کی تلاش اور مطالعے کے لیے یورپ، امریکا کا سفر کرتے رہتے ہیں، انھیں میں نے متوجہ کیا۔ وہ خود مانچسٹر پہنچے، نسخہ دیکھا اور مائکرو فلم بنوانے کی ہدایات کرگئے۔ انھوں نے کچھ دنوں کے بعد اطّلاع دی کہ فلم بن کر ٹوکیو آگئی ہے۔ انھوں نے چند صفحوں کے مکبّر بھی بنا کر بھیجے۔ فلم ناقص بنی تھی اور چند صفحے تکبیر کیے ہوئے جو مجھے ملے وہ واضح نہ تھے اور انھیں پڑھنا مشکل تھا۔

میں پروفیسر نذیر احمد صاحب کا بہت ممنون ہوں جنھوں نے میری درخواست پر غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کے کتب خانے کے لیے زرِ کثیر خرچ کر کے اس نادر نسخے کا بڑی تقطیع پر روٹو گراف منگوا کر مجھے اس کے مطالعے کی سہولت بہم پہنچائی۔ میں جناب سیّد مظفر

حسین برنی ، اور ڈاکٹر معین الدین عقیل کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن کی توجہ سے دیوان کا عکس جلد فراہم ہوسکا۔

پیش نظر مضمون میں صرف شاعر اور اس کے شعری مجموعے کا تعارف کرایا گیا ہے ، اور اس وقت یہی مقصود تھا۔ اس کی شاعری ، اس عہد کی زبان اور دیوان کے دوسرے پہلوؤں پر متعدد مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ دیوان کے مندرجات کے گہرے مطالعے سے بعض مفید اور پر معلومات امور دریافت کیے جاسکتے ہیں۔ اس دیوان کی روشنی میں اس عہد کے مشاعروں اور اس وقت کی ادبی صحبتوں پر اور بنگال اور بہار میں عشق کے معاصر شعراء پر دو مضمون لکھنے کا خیال ہے۔ اگر علی گڑھ ، دہلی اور دوسرے مقامات کی جامعات کے شعبہ فارسی کے طلبا میرزا رکن الدین عشق کے قصائد ، غزلیات اور اس کے قطعات و رباعیات کی طرف توجہ کریں اور ان کے تنقیدی اڈیشن تیار کریں تو یہ یقیناً مفید علمی و ادبی خدمت ہوگی۔

حواشی

(۱) مؤلفین تذکرۂ مسرّت افزا و تذکرۂ شورش و تذکرۂ ہندی نے نام میر زین الدّین لکھا ہے، خیال ہے کہ تذکرۃ الاکابر میں بھی یہی لکھا ہوگا لیکن مصحفی نے عقدِ ثریّا میں انھیں میرزا لکھا ہے۔ خود عشق کے ایک شعر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

از ہبرِ تو خوار و زار شد عشق   زیں پیش دگرنہ میرزا بود

سر ولیم جونس نے بھی دیوانِ عشق کے سرورق پر انھیں میرزا زین الدّین عشق لکھا ہے۔

(۲) وہ شاہ رکن الدّین عشق کے عقیدت مندوں میں تھے۔ وہ ان کا نام ہمیشہ بڑے احترام سے لیتے ہیں۔ کہیں انھیں عارف عاشق باتزیین شاہ رکن الدّین عشق سلمہٗ تو کہیں عاشق عارف با تمکین و شیخ الشیوخ رکن الدّین عشق سلمہٗ لکھتے ہیں۔

(۳) مشفق خواجہ صاحب کا خیال ہے کہ اس کا سالِ تالیف ۱۱۹۴ھ کے کئی سال بعد ہے۔ (رسالۂ اردو جولائی ۱۹۶۰ء)

(۴) یہ کلمات آکسفورڈ کے نسخے میں موجود نہیں

(۵) اضافہ از نسخۂ آکسفرڈ

(۶) آکسفرڈ: بخانہ

(۷) یہ دعائیہ کلمہ نسخۂ آکسفرڈ سے غیر حاضر

(۸) آکسفرڈ: نادرِ روزگار

(۹) آکسفرڈ: ہم می گویند

(۱۰) عشق کے ترجمے کا متن گورکھپور کے نسخے (مرتّبہ محمود الٰہی زخمی) سے لیا گیا ہے جس میں اس کے دو شعر درج ہیں، نسخۂ آکسفرڈ (مرتّبہ کلیم الدین احمد) میں چار شعر (خریدار نہ ہو / دوانہ نکل گیا / اور تحریر کر سکیں / تعمیر کر سکیں) نقل ہوئے ہیں

(۱۱) عقدِ ثریّا مرتّبہ عبدالحق (دہلی ۱۹۳۴) میں اشعار موجود نہیں۔ قاضی عبدالودود مرحوم مجھ سے کہتے تھے کہ عبدالحق صاحب کی ہدایت پر اِس تذکرے سے اشعار نقل نہیں کرائے گئے تھے۔ فارسی نمونۂ کلام کے اندراج سے ضخامت بڑھ جاتی۔ تذکرے میں انجب کے ۸، پیام کے ۲۶ پروانہ کے ۲۰ اور بیدل کے ۳۴ شعر درج تھے وعلیٰ ہذا القیاس اس قطع و

برید سے تذکرہ تو ۶۴ صفحوں میں چھپ کر شائع ہوگیا لیکن قارئین بہت سے افادات سے محروم رہ گئے۔ انجب کے اشعار کے ساتھ " از انتخاب دیوان اوست " کا فقرہ بھی حذف ہوگیا جس سے معلوم ہوسکتا تھا کہ ان کا دیوان مُرتّب تھا۔ پورے تذکرے میں صرف حاتم دہلوی کے ۸ شعر ملتے ہیں۔ قاضی صاحب کا بیان ہے کہ انھوں نے پھر بھی حاتم دہلوی کے ۱۵ شعر نقل کرادیے تھے کلام کی نُدرت و نایابی کی وجہ سے۔ {اس وقت ۱۹۳۳ء تک دیوان زادہ فارسی مفقود تھا۔ اس کا انکشاف راقم نے ۱۹۴۹ء میں کیا اور کلام کا انتخاب علی گڑھ میگزین (۱۹۶۰ء) میں شائع کیا} حاتم کے ۱۵ شعروں میں تذکرۂ مطبوعہ میں صرف ۸ شعر درج ہیں۔ بقیہ ۷ شعر پھر بھی حذف کر دیے گئے۔

(۱۲) خلاصۂ تذکرۃ الاکابر شائع کردہ جناب قاضی عبدالودود معاصر۔ حصّہ ۱۸ (جولائی ۱۹۶۲ء)

(۱۳) عجائب گھر لاہور کے ذخیرۂ منہاس کے ایک مخطوطے (شمار ۵۴ / ۱۳۶) سے " سفینۂ خانِ عالی شان محمدؐ قباد خان " کی اطلاع ملتی ہے جس سے کسی نے اپنے ذوق کے کچھ معلومات (جمعِ ممالکِ محروسہ دستور العملِ صوبجات ۔ " ہیئت السّیاق " کے کچھ اقتباسات اور بعض مغل بادشاہوں کی تاریخِ ولادت وغیرہ) جمع کر دیے ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ صاحب سفینہ " خان عالی شان محمدؐ قباد خاں " میرزا زین الدّین عشق کے " عمِ محترم ہوں : (فہرست جلد دوم ص ۱۶ مرتبہ رشید احمد لاہور ۱۹۷۰ء)۔

(۱۴) بھگوان داس : سفینۂ ہندی ۔ ص ۷۰ ۔

(۱۵) تذکرۂ بے نظیر ص ۱۰۴

(۱۶) دیوان میں ایک غزل کا عنوان ہے : غزلِ عاشقانہ در شاہجہان آباد ورود یافتہ ۱۱۶۷ء " ایک دوسری غزل خانہ داشت / دیوانہ داشت سے پہلے یہ فقرہ لکھا ہوا ملتا ہے : " غزل عاشقانہ در شاہجہاں آباد ورود یافتہ ۱۱۶۹ھ "۔ ایک اور غزل گلرد بچشم من نشست / آہو بچشم من نشست کا عنوان ہے : " غزلِ پُر کار ایجادی در شاہجہاں آباد نزول یافتہ ۱۱۷۸ھ "۔ اب یا تو مرزا کم از کم ۱۱۷۸ھ تک دہلی میں مقیم رہے یا ۱۱۶۷ھ میں انھوں نے دہلی چھوڑ دی لیکن مشاعروں میں یا کسی اور وجہ سے وہ ۱۱۷۸ھ تک دہلی آتے رہے۔

(۱۷) یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ مصحفی بعد کو بھی اس میں اضافے کرتے رہے چنانچہ اس میں ۱۲۱۲ھ اور ۱۲۱۳ھ کے سنین بھی پائے جاتے ہیں۔ جس وقت مصحفی زین الدّین عشق کے حالات لکھ رہے تھے اس وقت صاحب ترجمہ زندہ تھے لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہ ان کا

ترجمہ کب لکھ رہے تھے۔

(۱۸) Warren Hastings ۱۷۷۳ء میں ہندستان کا پہلا گورنر جنرل، مقرر ہوا۔ اس نے ۱۷۸۵ء میں استعفا دیا اور انگلستان چلا گیا۔

(۱۹) نو شعروں کی اس غزل کا مقطع ہے:

مستانہ بخور بادہ کہ اے عشق تو داری لب مست و سخن مست و زباں مست و بیاں مست

(۲۰) لکھنؤ سے خوش نظر نہیں آتے:

زیں شہرِ سفلہ پرور تنگ آمدیم و رفتیم از ما دعائے خیرے یاران لکھنؤ را

(۲۱) تذکرۂ مردم دیدہ ، ۱۶۳ میں نام آغز خاں بہادر ترک جنگ لکھا ہے۔ گُلِ رعنا میں بھی یہی ہے۔ حاکم صاحبِ تذکرہ ۱۱۵۱ھ میں دہلی میں ان سے ملے تھے۔ انھیں صاحبِ دیوانِ ضخیم لکھا ہے۔ تذکرۂ گلشنِ مشتاق (مؤلفہ قاضی حافظ علی مشتاق صدیقی ملیح آبادی) میں بقول جناب مشفق خواجہ اعز خاں دیدہ نام لکھا ہے (ورق ۳۰ ب)

(۲۲) پہلے محذوف لکھا تھا بعد کو اسے قلمزد کر کے مقصور بنایا ہے۔

(۲۳) اس قصیدے کا نام گلزارِ مدحِ حیدری ہے اور یہ ۱۱۸۰ء میں لکھا گیا۔

(۲۴) اس قصیدہ رائیہ میں دو مصرعوں کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے اور ایک شعر میں ابتدائی دو تین لفظوں کی جگہ بیاض ہے۔ کاتب دیوان سے ظاہراً الفاظ نہیں پڑھے گئے۔

(۲۵) قصیدۂ دالیہ کے بعد موجودہ قلمی نسخے میں ترجیع بند، نوحے اور قطعات ہیں پھر قصیدہ میمیہ کا اندراج ہے۔ اس کے بعد ۱۴ قطعات درج کرنے کے بعد دو قصیدے نقل کیے گئے ہیں۔ ان کے بعد پھر قطعات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ راقم نے قصائد کا ذکر ایک جگہ کر دیا ہے۔

(۲۶) ہزار بارہ سو صفحات کے دیوان میں لفظ "مُرقّع" تلاش کرنا ایک مشکل امر تھا لیکن یہ لفظ ردیف دال کی ایک غزل میں مل گیا۔ مطلع ہے:

ہر کہ از دولتِ عشقِ تو "مُرقّع" باشد داغِ سودا بسرش تاجِ مُرصّع باشد

ایک اور جگہ قافیے میں لفظ "مُرقّع" آیا ہے:

گسترده یکے مسند و سجّادہ مجلس از نذرِ مریداں شده در عرش "مُرقّع"

(۲۷) اس کے بعد کی کچھ قابلِ ذکر غزلیں یہ ہیں: غزلِ عاشقانہ طرحی ۱۱۶۸ھ حرامِ است/کدام است
در تتبعِ کمال خجندی ۱۱۸۲ء فدای تست / جای تست
غزلِ ایجادی نزول یافتہ ۱۱۶۹ھ خیالش دیدنی ست / جمالش دیدنی ست
غزلِ طرحی ۱۱۷۸ھ نمای من ست / دریای من است
در تتبعِ شفائی ۱۱۸۴ھ بیداد ہمین است / فریاد ہمین است
در تتبعِ خواجہ غیب اللسان (کذا) ۱۱۸۹ھ سرشت / کشت
غزلِ طرحی ۱۱۸۹ھ سالوس ہمانست / محبوس ہمانست
غزل در تتبعِ خواجہ ۱۱۸۹ھ اوصافست / الطافست
ایضاً ۱۱۸۹ھ دل و جاں ایں ہمہ نیست / روح و رواں ایں ہمہ نیست
این غزلِ ایجادی در بریلی وِرود یافتہ ۱۱۸۶ھ نے لبوخت / وے لبوخت

(۲۸) اس کے بعد کی کچھ غزلوں کے اندراجات پیش ہیں:
غزل در تتبعِ قزلباش خاں امید ۱۱۵۵ھ یار از دست رفت / نگار از دست رفت
غزلِ ایجادی در آنولہ نزول یافتہ ۱۱۸۱ھ شاد گر کنی چہ خوشست / آباد گر کنی چہ خوشست
غزلِ عاشقانہ در موضعِ حِصار گفتہ شد ۱۱۷۶ھ نیاز دیگر است / بناز دیگر است
غزلِ عاشقانہ در شاہجہاں آباد ورود یافتہ ۱۱۶۷ھ
غزل در سامانہ نزول یافتہ ۱۱۷۲ھ ما ندانست / صفا ندانست
غزل در تتبعِ خواجہ در سہرند ۱۱۶۱ھ جانانِ منست / پریشانِ منست
در لکھنؤ گفتہ شد ۱۱۸۹ھ نرگس شہلا قیامتست / ادا ہا قیامتست
غزلِ مستعد پُر کار در تتبعِ صائب بمقام کیتھل ۱۱۸۸ھ لقاے من یکسیت / آشناے من یکسیت
غزلِ عاشقانہ در شاہجہاں آباد ورود یافتہ ۱۱۶۹ھ خانہ داشت / دیوانہ داشت
غزل در حانسی (ہانسی) حِصار وِرود یافتہ ۱۱۷۶ھ رواجے نیست / احتیاجے نیست
غزلِ عاشقانہ عارفانہ در قصبۂ تسام (سنام؟) نزول یافتہ ۱۱۸۱ھ قدم نا محرم ست / دم نا محرم ست
قطعہ بند در شاہجہاں آباد نزول یافتہ ۱۱۶۶ھ مینا نمیست / برپا نیست
غزل در قصبۂ کیتھل وِرود یافتہ ۱۱۸۵ھ فنائے من است / بقاے من است
غزل در کرنال وِرود یافتہ ۱۱۷۱ھ خیرہ منست / تیرہ من ست

غزلِ طرحی مشاعرۂ عظیم آباد بر غزلِ صائب
حاصل ست / مشکل ست

غزل در شاہجہاں آباد نزول یافتہ ۱۱۰۶ھ شمار تست / کار تست

غزلِ پُر کار ایجادی در شاہ جہاں آباد نزول یافتہ ۱۱۰۸ھ گِرو بچشمِ من نشست / آہو بچشمِ من نشست

استدراک

۱۔ صفحہ ۳۸۵ سطر ۹ : تذکرہ نتائج الافکار مؤلفہ قدرت اللہ گوپاموی میں ہے کہ میرزا زین الدین نے تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی ۔ یہاں کوئی حوالہ درج نہیں ۔ میرا قیاس ہے کہ مولف کا مرجع قاضی محمد صادق اختر (م ۱۸۵۷ء) کا تذکرہ "آفتاب عالمتاب " (۱۲۳۸ھ۔ ۱۲۶۹ھ) ہوگا۔ اس کا نسخہ منحصر بفرد شمس آباد (فرخ آباد) میں ایک ذاتی کتاب خانے میں محفوظ ہے جس سے اس وقت رجوع کرنا دشوار ہے۔

۲۔ صفحہ ۴۰۱ سطر ۸ ۱۸۰۰ : ۱۴۰۰ دیوان عشق (نسخہ مانچسٹر) میں مقام کا نام " عطر چھنڈی " اور " بن گھر " لکھا ہوا ہے۔ فاضل معاصر ڈاکٹر نجم الاسلام تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح نام "اتر چھینڈی " ہے۔ یہ مقام آنولہ ضلع بدایوں سے ایک دو کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ آنولہ اس وقت ایک روہیلہ سردار کا صدر مقام تھا۔ اسی طرح " بن گھر " دراصل " بن گڑھ " ہے۔ روہیلوں کی تاریخ میں اس جگہ کا نام آتا ہے۔

۳۔ صفحہ ۴۰۳ سطر ۱۷ : میرزا زین الدین نے جہاں جہاں بھی حافظ شیرازی کا نام آیا ہے انھیں " غیب اللسان " لکھا ہے۔ وہ " لسان الغیب " لکھنا چاہتے ہوں گے۔

۴۔ دیوان میں ۱۹ قطعات ہیں۔ ان میں جن اصحاب کا ذکر ہے ان میں خان عبداللہ (قطعہ ۳) ، ملا صالح (قطعہ ۴) ، محمد علی فقیہ مجتہد (قطعہ ۵) ، جعفر خان (قطعہ ۱۶) کی شخصیتوں کا بھی تعین نہیں کرسکا ہوں۔ قطعہ ۱۸ کے متعدد اصحاب کا ذکر ایک علیحدہ مضمون میں کیا جا رہا ہے۔

۵۔ صفحہ ۴۲۱ سطر ۲۲ : حاشیہ (۱۳) محمّد عالم مختار حق صاحب (لاہور) کا ممنون ہوں جن کی توجہ سے " سفینۂ خانِ عالی شان محمّد قباد خان جیو " کے کچھ اقتباسات کی عکسی نقل حاصل ہوئی۔

۶۔ صفحہ ۴۲۵ سطر ۱۱ : میرزا عشق ، آخر دیوان میں رباعیوں کی تمہید میں لکھتے ہیں :

" خاکسار بعون قادر اسم ہر بحر مفصل مطا [بق] قاعدہ عروضیاں دریں دیوان مرقوم کردہ و در بیست و چہار تقطیع قرار دادہ مولوی رباعیات مشق کردہ ....

در ہر تقطیع رباعی مکمّل بزبان فارسی و زبان ہندی اوردوی معلّائے نامی تخت شاہجہاں آباد مشق کردہ ۰ امید داد رسی مشتاقی از سخن سنجان انصاف آمین دوراں دارد " (f.447a)۔

اس جگہ دیوان میں تو ساری رباعیاں اور قطعات فارسی میں ہیں اردو میں ایک بھی نہیں، یہ ممکن ہے کہ اصل کتاب " مجمع الابحار " میں ہوں، دیوان میں تو صرف اس کا خلاصہ درج کیا ہے۔ ہاں ہمیں دو فارسی قطعات میں ایک ایک مصرع اردو کا ضرور ملتا ہے۔ یہ بعد کو حاشیے میں درج کیے گئے ہیں اور عجب نہیں کہ بخطِّ مصنف ہوں:

۱۔ دوش ہندو زنے دو چارم شد — گفتمش مست کردی ام بے مے
گفت خندیدہ با زنانِ دگر — " یہ مُغلوا مُوا دوانا ہے "

۲۔ راہِ ہندو زنے گرفتہ شدم — محو گشتم ز دیدنِ رخِ او
چین بر ابرو زد و بناز بگفت — " چل مری راہ سے کنارے ہو "

مجمع الابحار کا سال تالیف ۱۱۹۹ھ ہے۔

کلیاتِ عشق کے چند صفحات کا عکس

آخر میں کلیات عشق (قلمی) کے پانچ صفحات کا عکس بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ دو صفحات بھی شامل ہیں جن کے حاشیے پر دو اردو آمیز قطعات آتے ہیں۔ بقول صاحب مقالہ، یہ امکاناً بخطِّ شاعر ہیں۔

[illegible]

جانان ز نهانی مست و مکین مست … جام مست و ساقی [illegible] مست

[illegible] … دل مست و جگر مست و [illegible] مست

مستیم و [illegible] … دم مست و قدم مست و [illegible] مست

ساقی قدح [illegible] … مست [illegible] مست

[illegible] … خور مست و قمر مست و [illegible] مست

[illegible] رندان [illegible] … مست و سحر مست و [illegible] مست

رندانه [illegible] … [illegible] مست

[illegible] … [illegible] مست

مستانه [illegible] … لب مست و [illegible] مست

[illegible]

داغ سودا نتواند و چنانکه انگشت کبود | بصاحب [illegible] و گر [illegible] تیز [illegible]

دین مخانه توحید او بند دهلیز شفا | آنکه [illegible] حکمت [illegible] بهار [illegible]

رکن دین آمد برهان طریق نبوی | که از او روی [illegible] بدید [illegible]

ایمه سورت وصف عروا که درم حضور | موج زلال قطره [illegible] صبور

پاک برداشته گرد ملال از دین | از پی نشستن [illegible] حکمت [illegible]

سپاه عشق شد آنکس که در افتاد حرص | یار تا سر ز تو جان و دل [illegible]

بحسن زلال [illegible] عشق [illegible] عاشق [illegible] علی [illegible]

دژمن تر بر سر ناپایست | جای پاکست و عالم آرایست

سجده کردن بسیار سر مغان | در خرابات رسته آزادست

ساقیا در صراحی و جامست | شیره جانست [illegible] نابست

هر که صحبت بدخت زر دارد | کی به بند قبول [illegible] ایجابست

جهت [illegible] افزون خزر بکریه ما | خوش [illegible] بر مهمانست

آیه‌ای از رحمت حقی که درین دور جهان　　آنکه در سایهٔ لطف تو بوده آسوده است

جمع هم نتوان کرد کمالات تو را　　طینت دو دو سیه کاسهٔ او وارون است

در دل پر رحمت از غیبت [illegible]　　هر بن موی ترا وسعت هامون است

سالک از زهد تو دیوانه چو میگردد　　که جذب ترا خاصیت افیون است

مستی حق از کلام تو رسیده به منی　　[illegible] لصهبات عجب مشحون است

معنیت در صدف لفظ دریاست　　موج طبعت روانی تو در مکنون است

فکرت همت که بالاتر که دل　　دام بر چیده دست او مفتون است

ذلک [illegible] دیوان تو باشد قدر بار　　که طبعت ز لطافت بسیم موزون است

خوب سنجیدم و فهمیدم و دریافتم　　که کلام تو مصفا چو در مکنون است

صحبت [illegible] جهان آمد [illegible]　　[illegible]

[illegible]　　[illegible]

[illegible] تا افلاک　　سالک راه خدا از کرمت [illegible] است

بحر اخرب مقبوض سالم مخزوع — مفعول مفاعلن مفاعیلن فا

عبدم بشمار طاعت من این — دل مفت بیر کفایت من این

گفت از دم عاشقی زنی خواهم — گفتم که بکش سعادت من این

بحر اخرب مقبوض مکفوف مخزوع — مفعول مفاعلن مفاعیل

ذاتی که ز صنع خویش جان داد مرا — میخواست دلم هر آنچه آن داد

از بهر ستایش الوهیت خود — کام و لب و لهجه و زبان داد

بحر اخرب مقبوض سالم ممنوع — مفعول مفاعلن مفاعیلن

ذاتی که دلی و دلبری پیدا کرد — با هم عرضی و جوهری پیدا کرد

بر دانه نهال و لعل بر خارا داد — وز قطره آب گوهری پیدا کرد

بحر اخرب مقبوض سالم منحور — مفعول مفاعلن مفاعیلن

یا رب اثری محبتی عرفانی — علمی عملی ولایتی ایمانی

از بهر محمد رسول خاتم — لطفی کرمی عنایتی احسانی

بحر اخرب مقبوض مکفوف مجزوع — مفعول مفاعلن مفاعیل فعول

از پرده سخن بسیار زیباست مرا — دیدن رخ خوب او چه یارست مرا

ای آینه دارکشت مشاطهٔ او — میدید بسوی خویش و نیکوست مرا

بحر اخرب مقبوض سالم منحور — مفعول مفاعلن مفاعیلن فع

زان پیش با وج لامکان می‌بودم — از پردهٔ غیب آمدم موجودم

باشد دو نقاب بودن و نابودن — کنجیت خفی تجلی معبودم

بحر اخرب مقبوض مکفوف مجزوع — مفعول مفاعلن مفاعیل فعول

اشیا همه مخبر کمالات ازو — عاشق همه طالب وصالست ازو

بهری که بزرگ پر نو انداخت عیان — جز لطف و کرم چه احتمالست ازو

بحر اخرب مقبوض سالم منحور — مفعول مفاعلن مفاعیلن فع

ای صدر نشین انبیا محبوبی — وی راهنمای اولیا مرغوبی

منظور حقی و حق بود منظورت — دریافته ام که طالب و مطلوبی